

بتوفیق باری عز و مه این کتاب اعنی



۵۶

در مطبع نبوی بن ۱۲۸ هجریه مطبوع گردید

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمد ہی اوس صانع کا کہ حسنی انسان کو اشرف مخلوقات بنایا + اور عالم کو خلقت
 ہستی پہنایا اوسکے ابر احسان سی کیا ریان عشق و محبت کی سیراب ہیں + اور
 اوسکی باران رحمت سی کہتیاں حسن و جمال کی شاداب + فلک پر جلوہ خورشید
 اسکی ایوان جلال کا ایک روشنندان ہی + اور عمو و صبح اوسکی شبستان جمال شمعہ ان
 قلم میں یہ سکت کہان ہی کہ صوف اوسکی قدرت کا لکھی + اور کاغذ میں یہ وسعت
 کہان کہ مدح اوسکی اوسمین سماوی + جمال فلک اوسکی بار احسان سی جھک رہی
 اور مرغ زرین خورشید بر سحر اوسکی خرمین مرجمت سی دانہ کو اکب چگ رہی زمین
 سی آسمان تک اجب دارضی اور اجرام سماوی فی اوسکی درگاہ کبریا میں پیشانی
 سجود جہکائی ہی + اور ماہ سی ماہی تک چھوٹی تیرہ سی نی اپنی مراد برپائی ہی + ناخدا کی کہیم
 اوسکا جب بادبان لطف اوتھاتا ہی کشتی اسید جہانکو ساحل مراد پر پہنچاتا ہی +
 اور دریای غنایت اوسکا جب جوش بر آتا ہی گناہ کی جہازوں کو ایک پل میں
 ڈوبا تا ہی + جو اوسکی دھیان میں و صوفی لگا کی پتھی میں سلطنت بی زوال افکمی نصیب
 ہی + اور جو اوسکی خیال میں انگہ ہندی رستی ہیں وہ آئینہ دل میں ساری کفیت
 دیکھتی ہیں + ایسا بادشاہ کہ فرشتی اوسکی دیور صحرے کے دربان ہیں + اور
 معروماہ اوسکی درگاہ جلال کے پاسیان + انسان خاکی نہا کو نور فرانت استانی

بخشا اور دانش نے اوسکی داوری پر طومار شہادت کھولا نہ رونق چا بازار
 عطا سہی قدرت کی باغانی سہی، اور انتظام کشور سستی اسکے شمع حکمت کے پاس
 سہی خاکسی ایسی پاک صورتیں بنائیں کہ فرشتوں کی دلوں کو بھائیں اور
 خائفان عنایت فی ہر ایک کو لباس الوان بخشا آفتاب کو نور، ماہ کو ظہور
 اختر و مکیچک جگنو کو دمک درخت کو سبز پوشاک مستو کو سایہ تاک آسمان کو
 اطلس آبی کی عبا، زمین کو سبزہ نوخیز کی قبا اور اوسکی کار پرداز مہمت نے
 سب کو انعام بے پایان دیا گل کو چین روح کو تن کاں کو جوہر صدف کو گوہر
 نعل کو تاب الماس کو آب، زمرہ اوسکی فیضان سہی سبز پوش سہی اور نعل
 اوسکی احسان خانے سہی ردای سلیمی بردوش گل اوسکا نغمہ توحید سہی کیلئے
 گوش آرزو کھول رہا ہی، اور بلبل اوسکی یاد میں طرح طرح کی بولیاں بول رہا

کہ تیری طرح کو لکھوں کہا ہے
 تری ہی شان ہی سب میں ہویدا
 کوئی کیا جانے تو کس میں کیا ہی
 تو بلبل نغمہ کش طرف چین ہی
 کہیں دی حسن کو جلوہ نمائی
 کہیں شیریں پہ ہی فردا و شیدا
 کوئی بسمل نگاہ یار کا ہے
 عنادل کو ادا جسکی ہی بھائی
 کرے قمری ہی جس کا وصف کنز
 کہیں تیغ میں جو صر تو نے بخشا
 تماشا ایک قدرت کا دکھا با

کہان مجھ میں نہیں طاقت ہی ہے
 تیرا ہی نور ہر درے میں پیدا
 جمال گلرخان جلوہ تری ہی
 گلستا نہیں اگر گل خندہ زن ہی
 کہیں ہی عشق سی آتش لگائی
 کہیں بلبل سی مجنون غم کا مارا
 کوئی کشتہ پیرا تلوار کا ہے
 کہیں گل کے ہی رنگت چھیچھاتی
 کھڑا ہی یاد میں اوسکی صنوبر
 صدف کے دل میں گوہر توجہی
 زمین و آسمان تو نے بنایا

فشتی نام تیرا ہی چین بین
کہین تو نوح کو تو نے رلایا
لب عیسیٰ میں جان بخشی ہی تھو
نہ اوسکے مرتبے کو پہنچین افساک
وہ ہی شیر بیا بان سبوت
نہین اوسکی عنایت سی یہ کچھ دو
سلام اوسپر اور اوسکی آل پر ہی

ملا یک وصف تیرا ہی کرین بین
کہین موسیٰ کو ٹک جلوہ دکھایا
ادالعت محمد کب ہو مجھ سے
اوسکی شان میں آیا ہی بولاک
ہوئی ختم اوسپہ عالم میں خلا
کہ میری بندگی بھی کو لے منظر
بھروسا اوسکے ہی افضال پر ہی

بعد از ان فقیر حقیر رضا سے الہی پر خورسند سیم چند یوں لکھتا ہی کہ اس
عالم ناپایدار میں کسی چیز کو قرار نہین اور نہیتی پر سب کا مدار ہی اوسکی
ذات لازوال کیواسطے بقا اور باقی سب کو فنا ہی + مگر ایک گلستان سخن
کہ خزان جہان اوسکے گلوں پر نہین آتی + چورون کی چورٹی اور رہزنی
سرزوری سے یہ دولت کہین نہین جاتی + چمن اوسکا ہمیشہ تازہ و خم
رہتا ہی + اور اوسکی نہرون میں زلال زندگانی بہتا ہی + اوسکے مکان کی
نیو کو حادثے کے بھونچال کا کچھ خطرہ نہین ہوتا + اور اوس ایوان کی قندیل کو
صرف فنا سے مطلق ضرر نہین پہنچتا + یہ دولت خرچے سی دن وونی رات
چو گنی ہوتی ہی + اور اس کو گھی کے جہا جن کی ساکھ روز بروز تر ہوتی ہی +
وہ دریا سے روان ہی کہ کبھی نہین سوکھتا + اور وہ چشمہ فیضان ہی کہ ہرگز
خند نہین ہوتا + سخن اگر نہوتا تو عالم میں خاک اڑتی + اور اوسکی نسیم دلکش
اگر نہ ہتی تو مدعا کی عطر کبھی نہ ہمکتی + نظم + ازل سے ابد تک سخن کا ہی چرچا
جدھر ہم نے دکھا ہی گل کھدا تھا + کثیش نہودل کو کچھ بوستان سے سرو کا
اوسکا ہی باد خزان سے + عبت ہی غرض دل لگانا کسی سے + کہ ہو کام ہو

سدا بے بسی سی * اس باعث نت نئے خیال دلیر گزرتے تھے * اور اندیشے
 صدے چھاتی کو توڑتے تھے * کہ اس عالم نقش برابر میں کوئی ایسا نقش
 جمائے کہ دوستوں اور آشناؤں میں یادگار رہ جائے * اور ایک باغچہ
 اب لگائے کہ جس کے پھولوں کی لپٹ سے اہل معنی کی مشام مشک آگین اور
 اوس کے پھلوں کی مہک سے کام جان ارباب سخن شیریں ہو جائے * پیر تو
 سے یہ ارادہ دل کا دل ہی میں تھا * اور محبوب اس مقصد کا بے بسی
 سے نیت منفعل * ناگاہ ان روزوں میں کہ فلک بکام اور وحشی مطلوب
 رام تھا گل باصنوبر کے قصے کو کہ زبان فارسی میں کسی شخص نے لکھا ہی قدر
 شناس سخن دانای علم و فن دولت و اقبال کا نور العین بابو گرجرین
 کے فرمانے سے اردو کے روزمرے میں ترجمہ کر کے عزیزوں کی انجمن کا تحفہ اور
 سخن سخنوں کی مجلس کا ہدیہ بنایا اور یہی کئی اشعار آبدار اوس کی شان
 شوکت کے بیان میں قلم راست نگار نے صفحہ قرطاس پر لکھے * اور
 چند جواہر تابدار کہ اوس کی بابت میں تھے اوس جو ہر شناس کی
 نظر دقیقہ سنج پر شمار کئے *
 نظم

گوہر بیکتاے درج فیض ہی	منبع احسن ہی وہ لا کلام
راستی اوس کی ہی معروف جہاں	جس نے روشن کر دیا ہی اوس کا نام
وہ جو آمدی ہیں بیکتاے درج	جس کا آواز ہی پہنچا روم و شام
چاند کی مانند نور نشان ہی وہ	مثل سورج ہی زبس عالی مقام
رہروان منزل مقصود کو	اوسلی ہی دولت سرسایت ہوا
نور ہمال باغ دولت وہ جوان	ذاتی حکمی ہی سکا انتظام
سرفراز زمین رہے وہ سرفراز	یہ دعا کرتا ہوں میں اوس کو ہر دم

یادگار اسکے لیے ہی یہ کتاب	تا کہ وہ سیراسکی صبح و شام
نام جسکا لکھ گیا توشیح میں	کہہ چلا آخر میں سبکو رام رام

ہر چند جو ہر شہنشاہوں کی نگاہ میں کم قدر ہوئے کیا حقیقت ہی اور گوہر تبار
کے لگے سیپ کی کیا منزلت لیکن بوستان انصاف کے باغبان خوب نیتے
ہیں کہ گل کے ساتھ کاشتے کا ہونا اور سورج کے مقابل کالی گھٹا کا آنا کج
نہیں۔ اس لئے اصحاب دانش سے یہ امید رکھتا ہوں کہ میری یادہ سرائی
پر تمکھی نظر سے نہ دیکھیں بلکہ اگر کہیں انتظام کلام میں ہو و خطا نظر آوے تو
اوسے لطف و کرم فرما کے اصلاح دین کہ بے عیب سوائے ذات واحد
کے دوسرا نہیں۔ شعر: الہی میں بندہ گنہگار ہوں + گناہوں سے اپنے گناہگار ہوں
تجھے فضل کرتے نہیں لگتی بار + نہو تجھ سے مایوس امیدوار + علت غائی ہم
ہی کہ اس قصہ کے پڑھنے سے خاص و عام کا جی خوش ہووے اور یہ فقیر بدعلے خیر یاد کیا جاوے
ۛ آغاز داستان ۛ

پہلی داستان شمشاد لعل پوش کے بڑے بیٹے کے شکار
میں جانے اور جہانگیر بادشاہ کی زبانی مہر انگیز کی تعریف اور
اسکا سوال سنکر اوس پر عاشق ہونے کے بیان میں

دانیال نہرور نے مخزن دلوں کھول اور کالمان سخن گسترے مسلمان
بیان میں تول اس قصہ کو کہ مانند گوہر آبدار اور جواہر تابدار کے روپ
بخش دیدہ انصاف ہی فصاحت و بلاغت کی کشتی تر کھڑیوں رشتہ
تقریر میں منتظم کیا ہے کہ مشرق کے ملکوں میں ایک بادشاہ تھا شمشاد
لعل پوش نام دولت اوسکی لونڈی اور اقبال غلام عقل و علم میں اقبال
زمان اور عدل و انصاف میں نوشیروان دوران ہمت میں حاتم طی

سخاوت میں معن فرخندہ پی + نظم + شہنشاہ اب وہ فرخندہ محبت
 کہ زیبا تھا جسکو سلیمان کا تخت + کرون اوسکے انصاف کا کیا بیان +
 غلام اوسکے گھر کا تھا نوشیروان + وہ الحق کہ اب ہی تھا نامور + کہ دار سے
 دربان تھے اوسکے گھر + شجاعت سے یون اوسکا دل تھا دلیر + کہ ہیبت سے
 اوسکی گریزان تھا شیر + سخاوت سے روشن تھا اوسکا چراغ + دل
 دوستان اوسے تھا باغ باغ + وہ روشن جبین اوسکی جب دیکھے + تو
 درخشان کو کب دیکھے + وہ اقبال و دولت سے تھا بہرہ ور + فقیر و نکو دیتا تھا
 سیم و زر + غرض دولت بے شمار و لشکر جرار اور سات بیٹے نہیں لشکر کش
 رکھتا تھا ہر ایک علم و عمل و ہنرمندی اور آداب یاد شاہی میں طاق و فیون
 سپہ گری و امور سلطنت و سیاست شہرہ آفاق ایک روز بڑا بیتاب آپ کے
 حضور میں آیا اور آداب بجالا کر عرض کرنے لگا کہ فدوی کی طبیعت شہر نہیں
 اواس رہتی ہی اگر اجازت عالی پاؤں تو چند روز واسطے سیر و شکار کے
 جاؤں اور دل اس شغل میں بہلاؤں شاید کہ کھٹکا ملالت کا دل سے
 نکل جائے اور جی اونے سے باز آئے + ملولہ + دل نہیں لگتا کہیں سیریاں
 کیجئے + چاک پیراہن کو اپنے نابدا مان کیجئے + یاد شاہ نے شاہزادی کی عرض
 قبول کی اور حکم شکار کا دیا شاہزادے نے اوسیدم میر شکاروں اور ہیلو نگو
 فرمایا کہ بازو شاہین شکر سے پیری سیاہ گوش چیتے اور تازی اور پہاڑی
 صید آفلن جتنے جانور شکاری ہیں سب طیار کرین بعد ازاں بہت سے جانور
 شکار دوست قادر انداز کو ہمراہ لیکر متوجہ شکار گاہ کا ہوا غرض رفتہ رفتہ ایک
 لواء کے دامن تک کہ بلندی میں فلک کا ہمسر تھا جا پہنچا اتفاقاً وہاں ایک ہرن
 قبول صورت آیا شاہزادہ دیکھتے ہی اوسکے ایسا فریفتہ اور شیفتہ ہوا گویا کہ نہیں

اوس شکار کا شکار ہو گیا تب سبکو فرمایا کہ خبردار اور ہوشیار کوئی اوسپر حربہ نہ کرے
 بلکہ جیتا دام میں یا کمند سے گرفتار کر کے حضور میں صبح و سالم حاضر کرے کہ بہت
 انعام پاویگا اور خود بھی اوسکی گرفتاری کی تدبیر میں لگ گیا جب ہرن نے
 دیکھا کہ راہ بھاگنے کی بند ہوتی ہی اور کاہلی خواہ خواہ جان کھوتی ہی تب فوراً اسی
 چوٹری بھری کہ الگ پار ہو گیا اور اچھلتا کودتا میدان کی طرف چلا شاہزادے
 نے بھی گھوڑا اوسکے پیچھے ڈالا اور بیابان کا راستا پکڑا یہاں تک کہ لشکر سے
 جدا ہو گیا پر ہرن پر نظر لگائے جاتا تھا الغرض دوپہر ہو گئی شاہزادے کا بدن پسینے
 پسینے ہو گیا اور مارے گرمی کے دم گھٹنے لگا ناگاہ ایک عظیم الشان بالو کا ٹیلا
 نظر آیا اور ہرن اوسی تیل پر چڑھ گیا ہر چند شاہزادے نے بھی گھوڑا اوس
 بالو پر ڈپٹایا پر وہ ہرن نظر نہ آیا معلوم نہوا کہ کدھر غائب ہو گیا حیران رہ گیا اور
 گھوڑے نے مارے پیاس کے زبان نکال دی اور خشکی کے سبب سے ٹپنے لگا
 شاہزادہ ناچار ہوا اوسکی باگدور تھلے ہوئے خود پیادہ پا چلنے لگا خدا کو یاد کرنا
 چلا جاتا تھا قضا کار گھوڑا شدت گرمی سے اور مارے بہو کہ پیاس کے زمین پر
 گر اور پیارے نے نقد جان کو ملک الموت کے تحویلدار کے حوالے کیا تب شاہزادہ
 روتا ہوا بیابان میں کہ جہاں آدم زاد کا نام و نشان بھی نہ تھا قدم اوٹھائے جاتا تھا
 تھوڑی دور گیا تھا کہ پھر ایک بلندی نظر آئی شاہزادے نے اوسپر چڑھ کر ایک بڑا
 درخت دیکھا کہ جڑ جسکی پائال کو پہنچی ہی اور ٹھینگ آکاس سے لگی ہی اوس
 نیچے ایک چشمہ پانی کا کہ صفائی میں آب حیات سے بہتا اور شیرینی میں بہت
 نبات سے خوشتر ہر طرف اوسکے سبزہ زار اور ہر سمت نئے پھولوں کی بہار
 لالے کے گرد سوسن کی تپتی شفق اور شام کا نمونا فضا کی جانفزا و گلشن و گلستا
 وہن کا باغ رضوان سے حسن و خوبی میں دونوں شاہزادہ اُس مقام کو دیکھ کر

بہت خوش ہوا اور صنعت کاملہ پر صنایع کی نگاہ کرنے لگا آخر شش گرتے پرتے اوس
 چشمے تک جا پہنچا دم لیا اور چلو سے پانی پیا شکر پروردگار کا بجا لا کر اوصرا دھڑ
 دیکھنے لگا ایک بیک کیا دیکھتا ہی کہ ایک تخت قابل بادشاہوں کی نشست کے دھڑ
 ہی اس سوچ میں تھا کہ ناگاہ ایک دیوانا سرویا برہنہ شورغل مچاتا ہوا جنگل سے
 نکلا اور اوس درخت کی اور چلا جب نزدیک پہنچا شاہزادے نے دیوانے کی طرف
 دیکھا اور قیافے سے معلوم کیا کہ کوئی بزرگوار ہی آثار بزرگی کے اوسکی پیشانی پر شعاع خورشید
 کی مانند نمودار اور چہرے اوسکے ماہتاب کی طرح روشنی کا جلوہ آشکار دیوانے نے بھی
 شاہزادہ کو دیکھا پاس آکر پوچھا تو کون ہی اور کہا نے آیا ہی اس بیابان خوشخوار میں کہ
 جہان پرند پر نہیں بارکتا اور درندے کا پتا خوف سے پانی ہوا جاتا ہی کیوں آیا
 ہی کیا تجھ کو اپنی جان کا خوف نہیں ہی تب شاہزادے نے اپنی حالت اوس
 دیوانے سے سرسبر کہی اور پوچھا کہ آپ کون ہیں اور تمھاری حقیقت مجھ کو
 کچھ معلوم نہیں کہ کیوں ایسے بیابان بے پایاں میں وطن اپنا مقرر کیا ہی دیوانے
 نے کہا کہ اسی جوان بہتر ہی کہ تو اس ماجرا کے سنے سے باز رہے کہ حقیقت اپنی
 قابل کہنے کے تو کیا بلکہ لائق سنے کے بھی نہیں ہی کسو اسطے کہ اگر عروس داستان
 غم کو تخت زبان پر جلوہ گر کروں تو یقین ہی کہ دل صدف کی مانند اپنے سینے
 کو چاک کر کے گوہر غلطان اشک بے شمار اوسپر شمار کرے * لہو لہم * گرا آتھے
 آہ جگر سے تو شرر پیدا ہو * نالہ دل سے مرے سخت ضرر پیدا ہو * لیکن
 شاہزادے نے اوسکی واردات کے سنے کے لئے بہت سی بہت کی جیسے کوئی
 کیسے پتہ پتہ جاتا ہی اوسوقت دیوانے نے سوائے راست گوئی کے اپنا
 چھتکارا نہ دیکھ کر کہا اسی جوان ایک ساعت میرے پاس بیٹھو اور کان لگا کر
 سن میرے صدف دل سے یہ باتیں کہ مانند درنا سفتہ کے ہیں جن کر

اپنے دامن ہوش میں بھرہ ای مسافر میں پادشاہ ولایت بابل کا تھا
 جہانگیر شاہ میرا نام ہی لشکر اور گنج مال و منال بیت رکھتا تھا اور حق تعالیٰ نے
 مجھ کو سات بیٹے دئے تھے ہر ایک صاحب ہمت و شہمت خوشی خور می سے بادشاہ
 کرتا تھا ایک دن برے بیٹے نے کسی مسافر کی زبان سے سنا کہ ترکستان کی ولایت
 اور چین ماچین کی سرحد میں قیووس شاہ بن طیموس شاہ ایک بادشاہ ہی اوسکی لڑکی
 کا ہر انگیز نام ہی کہ روئے زمین پر اوسکی مانند دوسری نہیں جسکے جمال باحمال کے شک
 سے ماہ تمام بھی داغ حسرت کا دلیر کھاتا ہی اور آفتاب عالم تاب شرمندگی کے
 باعث شب و روز سرگردان فلک پر چکر مارتا ہی اوسکے حسن کے آگے یوسف
 حلقہ بگوشی کرے اور گل کو کیا نسبت کہ اوسکی نزاکت کے آگے دم لطافت کا بھرے
 غنچے کا کیا منہ کہ اوسکے روئے زیا کے سامنے منہ دکھائے اور لالہ اوسکے عذار
 آتشک کو دکھ کر داغ حسرت کا دلیر کھائے * لمو لوفہ * عجب طرح کا حسن ہی
 دلیر با * کہ روشن ہی عالم میں مہتاب * وہ زلف سیہ سنبل باغ حسن *
 وہ چہرہ کہ ہی نوگل باغ حسن * شلفہ وہ خسار مانند گل * جسے دیکھ کر جو
 عالم ہی گل * مسی میں وہ دانوٹ کا عالم عجب * پھر اوس میں ہنسی ہی قیامت
 غضب * لب لعل گلبرگ یا قند ہی * زبان جسکی توصیف میں بند ہی *
 عوض سوا ہی اوس لڑکی کے اور فرزند نہیں رکھتا جبکہ وہ نہال گلشن خوبی
 جوانی کی بہار برآیا اور اوسکی کنول سی گات پر بھونرون نے گھر بنایا
 تب پہوندا اوسکا موافق دستور قیدیم واجب ہوا یعنی اوسے شادی
 کر نیکی لئے ہر ایک اطراف اور بلاد کے شاہزادے آتے ہیں اور اوسکے
 وصال کی خواہش رکھتے ہیں لیکن اوسنے ایک شرط کی ہی کہ گل صنوبر
 چہ کر دینی گل نے صنوبر سے کیا کیا جو کوئی اوس سوال کا جواب بجائے

مہرا داکر سکے اوسکو شوہری میں قبول کر بہت سا مال اور گنج دہی اور
 جو کہ اوس سوال کا جواب نہ دے سکے گا اوسکا سر کشور وجود سے جدا
 کر کے قلعے کے کنگرے لٹکا دیگی * ای جان جب سافر کی زبان اوس
 لڑکے نے یہہ احوال سنا اوسوقت سے عاشق ہو گیا اپنے جگر کو کہا کہ مانی
 بریان کیا اور نکھین ابر کی مانند گریان * دل ہی مالان دیدہ گریا
 دیکھ * دیکھہ لو عاشق کا سامان دیکھہ لو * اور میرے پاس آکر گریہ وزاری
 بیشمار واسطے رخصت ہونے اور حاصل کرنے دختر شاہ روم کے کرنے لگا ہر چند
 میں نے بہت نصیحت کی اور سمجھایا لکن اوسنے کچھ نہ مانا یعنی دوا سے پسند
 سود مند نہ آئی اور عشق نے اپنی طاقت دکھائی تب میں نے کہا کہی نور پھر اگر تھکو
 اوسکا وصال منظور ہی تو میں لشکر سمیت شاہ روم کے پاس جاتا ہوں اگر وہ
 اپنی لڑکی کو خوشی سے میرے ہمراہ کر دے تو بہتر نہیں تو اوسکے ملک کو برباد
 کر کے اوس لڑکی کو لے آتا ہوں شاہزادے یہ بات قبول نہ کی اور کہا اپنے
 مطلب کے لئے ایک کا ملک و مال و خانمان برباد کرنا نامناسب ہی میں خود
 و مان جا کر اوسکے سوال کا جواب دیکر اوسکو لے آؤنگا * ای جان مثل
 مشہور ہی * ع * تقدیر کے لکھے کو اسکان نہیں دہونا * اور دفتر تقدیر میں
 منشی قضا نے جو کہ قلم بند کیا ہی کسی مجال ہی کہ سرواں حرفوں سی تفاوت کرے
 اوسکی تقدیر میں تو ایسا ہی بد اچھا کیونکر مٹتا آخر میں نے اوسکو حکم جانکا دیا
 شاہزادہ مجھ سے رخصت ہو کر اوسکے ملک میں جا پہنچا اور سوال کا جواب
 نہ دیا کہ تب مہرا لکیر نے اوسکا سرکات کر کے اپنے عہد و پیمان کے بموجب قلعے
 کے کنگرے پر لٹکوا دیا یہ خبر وحشت اثر جب کہ مجھ کو پہنچا سیاہ پوش ہو کر ایک چلہ
 ماتم خانے میں بیٹھا مار سے غم کے روتارہ ماحلو نہیں ماتم داری سے شور محشر

برپا ہوا دوستوں نے اوسکی جدائی سے پراسن صبر کو چاک کیا اور غریزون
 بھائیوں نے سر کو آلودہ خاک پر میرے دوسرے لڑکے نے اپنے بھائی کے غم و درد
 سے تنگ آکر مہر انگیز سے ملنے کا اراد کیا وہ بھی اپنے ترے بھائی کی طرح پیالہ زندگ
 میں شربت مرگ کا نوش کر جان بحق تسلیم کر گیا اور داغ اندوہ میرے دل پر دھڑکیا
 القصہ ہر ایک لڑکا میرا سیطرح ایک دوسرے کیچھے ملک عدم کو راہی ہوا اور کسی
 اوسکے سوال کا جواب بن نہ آیا سبکے سب شہید کر ملائے عشق ہوئے میں
 تب سے لڑکوں کے فراق میں بدحواس ہو ترک پادشاہی کراہیں بیابان میں کہ
 دشت فنا کا ثانی ہی گوشہ نشینی اختیار کر کے آتش غم سے جل رہا ہوں اور دنیا
 جگر پر سوز سے آہ شعلہ بار کھینچتا ہوں سے کیا کہوں ای دوست مہر ماوری سنبھلی
 زخم پتے کو لگے ماکلیجا چورہی * یہ مرا احوال ہی اور زندگانی ہی وبال ہو کیا کہوں
 جو کچھ گذرنا ہی مرے جی پر ملال و شائبہ دینے یہ ماجرا جب دیوانے سے سنا
 اوس وقت تیر عشق سے مہر انگیز کے گھابل ہوا اور غلبہ شوق دیدار سے
 بمل و نظم و عشق بن دیکھے یہ سننے سے مجھے یہ ہوا کچھ نہیں معلوم یا رود و لکھو میرے کیا ہوا

دوسری داستان شکار سے شائبہ ادیکی مراجعت کرنے اور بادشاہ
 کا شائبہ ادیکے عاشق ہونے پر مطلع ہونے اور مہر انگیز کے پاس جا
 اور اوسکے سوال کے جواب نہ دینے کے باعث مارے جائیکے بیابان

غرض اتنے عرصے میں ہمراہ کے سپاہی جو وقت شکار کے جید ہو گئے تھے ہر ایک
 طرف سے اکبر جمع ہوئے اور اس شمع رو پر پروانہ کی مانند تصدق ہو
 لگے اور اوس وقت ایک سمند تیز رو صبار رفتار کہ وہم سے بھی آگے قدم
 مارتا تھا بازمین زرین و لگام چوہر نگار لاکر حاضر کیا شائبہ ادہ اوسپر
 سوار ہو کر دولت سہا میں تو آیا مگر مہر انگیز کی گرمی عشق کے سبب

کہ شاہزاد کے معزا استخوان تک پہنچی تھی روز بروز ضعیف اور ناتوان ہوئے
 ۱۰ لکھو لکھ عشق کی تپ نے کیا ہی دل میں گھر ۱۰ جسے چھلکتے ہیں پڑے قلوب
 آخر اوس راز نہان سے پردہ اٹھ گیا اور یہ بات ہر ایک پر کھل گئی ۱۰ نظم ۱۰
 یہ عشق کہو کہاں نہیں ہی ۱۰ خالی ہی وہ گھر جہاں نہیں ہی ۱۰ اس سبب سے وہ لوگ
 جو اوسکی خدمت میں بہت سرفراز تھے اور ہر ساعت خدمتگداری میں حاضر تھے
 متفحص احوال ہوئے اور شاہزاد کی حقیقت کو پادشاہ کی خدمت میں عرض کر سیکے
 سوائے کچھ چارہ نہ دیکھ کر یوں ماجرا بیان کیا جہاں پناہ سلامت مہر انگیز جو شاہ قیوس
 کی دختر ہی شاہزادہ اوسکے دریاے عشق میں غوطے کھا رہی تھی اور پردہ حجاب کا اوسکی
 آنکھوں سے اٹھ گیا ہی شاہزاد کی یہ حالت سنکر پادشاہ نے فرمایا کہ بموجب حکم
 و تہاد و کے مناسب ہی کہ پہلے ایک نامہ ایچی کے ہاتھ مہر انگیز کی طلب کے لئے روانہ کیا جائے
 ساتھ اوسکے اوتوئے اوپر لعل گران بہا و جو ہر بیش قیمت اور انواع واقام کی تحفہ
 چیزیں کہ بادشاہ کے لائق ہوں بھیج جائیں اگر اسپر بھی وہ راضی نہو تب لشکر قہار
 نونحوارا اور فوج بشمار سربراہ اس مایہ اندوہ کے جا اوسکا تخت و تاج تاراج
 کر عزت تمام اوس رعنا شامل کو حاضر کریں جو یہ مصلحت شاہزاد نے سنی تب حضوری
 پادشاہ کے عرض کی کہ یہ بات نامہ نشانی نہیں میں آپ بیان جا کر اوسکے سوال کا جواب
 دیکر اوسکو لے آنا ہوں ۱۰ القصہ تب سب علما اور فضلا نے پادشاہ کو مصلحت دی
 کہ ایسے مشکل کام میں شاہزاد کو تنہا رخصت فرمانا مناسب اور صلاح دولت
 نہیں بلکہ اوسکے ہمراہ مدد کے لئے فوج کا جانا واجب ہی اغلب ہی کہ وہ بادشاہ
 مغلوب خوفناک ہو کہ پشیمانی اور حیرانی اٹھاوے اور شاہزاد کا مقصد ملی
 جلد بر آوے اس قصے کے راوی نے یوں بیان کیا ہی کہ شاہزادہ طہاس
 جو بادشاہ کا بڑا بیٹا تھا تہیہ سفر کا کر کے اوس طرف کو روانہ ہوا خود دیکے ہی

اچھے گھوڑے پر سوار ہو لعل و جواہر پیش قیمت اونٹوں پر بار کر منزل منزل
 راہ کو طی کرتا ہوا شہر میں شاہ قیوس کے جا پہنچا دیکھا کہ ایک قلعہ عظیم الشان
 ہی کہ کوہ کو اوسکی ہمسی سے کہا نسبت اور اوسکے کنگرے پر ہزاروں سردار شاہوں
 شاہزادوں کے لگتے ہیں ہر چند شاہزادے کے ساتھ یہ حالت دیکھ کر گھبرائے اور بہت
 طرح سے مانع آئے کہ اسی شاہزادے اب بھی اس خیال خام سے باز آ اور اپنا
 اس سودا میں مت گنوا مگر شاہزادے نے بات کیسی کچھ نہ سنی ناچار
 سب دست حسرت ملتے رہ گئے آخر شاہزادے نے شہر کے اندر داخل ہو کر دیکھا
 کہ سارا شہر خوب آراستہ و پیراستہ ہی کوچے اوسکے باغ ارم کی طرح دلکش تھے
 اوسکی اطراف میں جا بجا جھڑ دیکھو ادھر گلزار سرسبز تھے لوکی ہمارے دکانیں اوسکی
 عاشق و معشوق کی مانند دوش بدوش لوگ وٹائے پر سلیقہ و صاحب
 ہوش میدانوں میں خیمے اٹلس خطائی کے کھینچے ہوئے زری بادل کے پردے
 درون پر پڑے ہوئے مریض جو بوہر شامیانے زر رفتی تھے ہوئے الغرض شاہزادہ
 سیر کرتا ہوا دروازے پر شاہ قیوس کے پہنچا دیکھا تو ایک نقارہ مریض و مجروح
 چوب سمیت دھڑائی اور نقارے پر آب زر سے یہ لکھا ہی کہ جو کوئی اس شہر
 میں آوے اور مہر انگیز کی ملاقات کا ارادہ کرے اس کو ہوا تھا کہ نقارہ کی بجائے
 بمجروح آواز کے مہر انگیز اوسکو اپنے پاس بلوائیگی جبکہ شاہزادہ اس احوال سے
 واقف ہوا آتش عشق سینے میں اور بھی شعلہ زن ہوئی گھوڑے اوتر کر متوجہ
 نقارہ کی جانب کیا ہوا اوسوقت مصاحبوں نے اسوا سٹے پھر ارادہ مانعت کا کیا کہ شاہ
 اب بھی مان جاوے اور جان سے بچے عرض کرنے لگے کہ اسی شاہزادے پہلے واجب
 ہی کہ ایک جگہ مقام کر کے اسباب درست کریں پھر حصول مطلب کی تدبیر
 میں مشغول ہو وین شاہزادے نے کہا کہ میں یہاں ہم مارنے نہیں آیا ہوں

مقدم ہی کہ پہلے اوس نقاریکو بجاؤں کہ یہاں تک باشندے خبر پا کر مجھے شاہ
 قیمرس کے پاس لیجاوین وہ جہاں کہیںکا وہاں منزل کرونگا یہہ کہہ کر شاہنشاہ نے
 آگے جا اور چوب موضع اوٹھا نقارے پر اس زور سے ضرب دی کہ آواز
 سے اوسکی زمین دہل گئی اور آسمان کانپ اٹھا صدا اوسکی سارے
 شہر میں پھیل گئی غرض آواز کے سنتے ہی لوگ جمع ہو کر شاہنشاہ قیمرس کے
 پاس لیگئے ازبکہ وہ حسین تھا پادشاہ دیکھ کر بہت افسوس کر کے بولا
 ای شاہنشاہ تو نہایت کم سن اور دنیا کے تماشے سے محروم ہی لازم ہی کہ
 اس خیال محال سے باز رہے اور میری لڑکی جو نادانی اور غور حسن کے سبب سے
 سوال کرتی ہی اوس سوال کا آج تک جواب دینے والا کوئی شخص نہ ٹھہرا بہتر سے اپنی
 جان سے گذر گئے پس لازم ہی کہ تو بھی اس اندیشہ باطل سے درگزر
 اور لڑکوں کی طرح بہت نکرے اور اپنی جان پر رحم کھاوے اس سطر سے شاہ
 قیمرس نے بہت سی نصیحت کی پر اوسکو اصلاً اثر پذیر نہ ہوئی آخر کو شاہ نے
 کہا کہ اول ہکو شرط مہانداری بجالانی ضرور ہی بعد ازاں جو کچھ کہ کرنے اور
 کہنے کی شرط ہی تم بجالائیو شاہنشاہ نے قبول کیا تب شاہ قیمرس نے جو کچھ لازم
 مہانداری تھا طیار کر کے بھجوا دیا اور گلرخ سلیم کو ساتھ لے مہر انگیز کے پاس آ کر
 فروئے لگا کہ ای ظالم جفا کارو ای خوشخوار کج رفتار یہہ کیا خیال محال ہی جو تو نے
 اپنے دل میں تھا نا ہی کہ خون بندگان خدا کا اپنی گردن پر لیتی ہی ان باتوں
 سے کیا حاصل لازم ہی کہ اس غلط فہمی سے آپکو باز رکھے اور خون سے بیگنا ہوئے
 درگزر سے دیکھو کہ اب شاہنشاہ ملک خاد کا بہت سارے زور و جواہر لیکر تیری خواہش
 وصال میں یہاں تک آیا ہی اگر تو اسے اپنی شوہری میں قبول کرے تو بہتر ہی ہم
 تیرے بابا پ میں تجھکو ہماری عدول حکمی کرنی گناہ عظیم ہی اور تو نے جو

عہد کیا ہی اگر ہزار سال اوسکی سپروی کریگی اور لاکھوں بندہ خدا کو جان سے مار لگی تو بھی اوس سوال کا جواب پناو لگی الغرض اوسی طور پر بادشاہ سلیم بھی سو سو طرح سے سمجھاتی رہیں پر اوس سنگین دل نے اپنی ہمت ہرگز نہ چھوڑی اور بولی اگر ہزار سال تک کوئی میرے سوال کا جواب نہ دے گا ہرگز بشعور نکر ونگی ناکتہ دنیا سے گذر جاؤنگی القصہ جبکہ آفتاب عالم تاب پرودہ مغرب میں گیا مہر انگیز نے شاہزادے کو اپنے مکان میں بلو کر کہا ای شاہزادے میرا یہ سوال ہی کہ گل یا صنوبر چہ کرد شاہزادے نے اپنی چرب زبانی سے جو جواب کہ دیا میں تھنا اور بن آیا درپیش لا کر کہا کہ علم غیبی سے سوائے خدا کے کس کو آگاہی ہی اگر کوئی شخص تجھ کو چھوٹی ایک بات بتا کر کہے وہ بات قابل اعتبار نہیں ہو سکتی جبکہ اوس خوشخوار نے اپنے سوال کا جواب پنا یا تب جلا دیا پاک کو بلو کر اوس بیگناہ کے قتل کا حکم دیا فوراً جلا دے سراوسکا ملک بدن سے الگ کر کے قلعہ کے کنگری سے لٹکا دیا یہ خبر شمشاد لعل پوش کو جب وقت پہنچی وہ سیاہ پوش ہو کر چلے بھر مائع خانے میں بیٹھا گریہ وزاری کرتا رہا چند روز کے شاہزادہ قہاس بھی جو اوسکا بھائی تھا غیرت کھا کر باپ سے رخصت ہو کر مہر انگیز کے پاس گیا اور اوسکی طرح مارا پڑا

یسری داستان الماس روح بخش کے جانے کی مہر انگیز کے ملک میں اور پہنچا باغ اندر اور وہاں جا کے دیوانہ بنا اور جانشینی ہو نا مہر انگیز اور دلارام کا اور رخصت ہونا اور دلارام سے

قصہ مخبر ہونے لگے شمشاد لعل پوش کے اسی طرح سے ہلاک ہوئے ساتھ ساتھ وہ ملک جسے الماس روح بخش کہتے تھے رہ گیا وہ نہایت خوش طبع و فہم زبان و دانہ اور جوانمرد سب علمین سے واقف بڑا پکا اور شایستہ

تھا ایک روز اس نے باپ کو دیکھا کہ گرسی زرنگاری پر بٹھا فرزند و کی غم سے ابدیدہ
 ہو کر آہ جیگر سوز دل سے کھینچ رہا ہی الماس روح بخش نے شاہ کی یہ حالت ناز
 دیکھ کر آداب بجا لاکر عرض کیا ای با ما شاہ قہموسکی لڑکی نے میرے بھائیوں کو
 ہلاک کیا ہے اب چاہتا ہوں کہ وہاں جا کر اپنے بھائیوں کے خون کا بدلہ لوں
 اور جسطرح بنے اوسے اپنے عقد نکاح میں لاؤں جب شاہ نے یہ بات
 سنی اور بھی زیادہ گریہ کرنے لگا اور کہا کہ ای جان پدرا ہتو تمھارے ہی سبب
 سے آنکھوں کی روشنی اور تن کی زندگی ہی اور کوئی فرزند نہیں رکھتا ہوں اوسے
 دلوں سکین دون یا مہمات سلطنت اوسکے ہاتھ سے ہر اپاویں کیا تم بھی جان
 بوجھ کر اپنے ہلاک کا ارادہ کر رہے ہو شاہ زادہ مکرر عرض کیا کہ ای جہان پناہ یہ
 کیا ارشاد ہوتا ہے جب تک وہاں جا کر اوس خونخوار کو اپنے قبضے میں نہ لاؤں
 تب تک قرار و آرام نہیں پاتا اس میں جان جلنے کو بھی آسان سمجھتا ہوں عرض
 ہزار مکر و فریب سے اجازت نے فی الفور متوجہ اوس طرف کا ہو کر تھوڑے
 دنوں میں مہر انگیز کے شہر تک جا پہنچا جبکہ شہر کے قلعے کے نزدیک پہنچا اوس قلعے
 کے کنگرے پر بہت سے سر شاہ زادوں کے لٹکے ہوئے دیکھے اپنے بھائیوں کے سروں کو
 بھی پہنچا مگر بہت سارے دیکھے کہ ایک طرف سیر کرنے لگا بازار کو دیکھتا بھلتا
 باہر نکل آیا کسی قصبے میں ایک پیر مرد دہقان کے مکان پر آیا اوس دہقانی بی بی
 نے جب کا سن ایک سو بیس برس کا ہوا تھا اور اوسنے لڑکے کا منہ بہ کبھی نہیں دیکھا تھا
 شاہ زادہ کو دیکھا دیکھتے ہی بہت شاد ہوئی اور شاہ زادہ کو اپنی فرزندگی میں قبول کیا
 تب شاہ زادے نے وہاں قیام کر کے گھوڑے کو طویلے میں باندھا اور جو کچھ زر و جواہر اور
 گینچ بيشمار ساتھ رکھتا تھا اوس میں سے تھوڑا سا اون دونوں کو دیا اور کہا تمکو مناسب
 یہم ہی کہ ہمارا احوال کسی پر ظاہر مگر پھر شاہ زادے نے کپڑے بدل صبح کے ہوتے ہی شہر کے

سیر کو متوجہ ہوا ہمیشہ اسی فکر میں رہتا تھا کہ یہ راز کیونکر معلوم کروں اور
 اوس کے سوال کا جواب کیونکر دوں اور کس طرح سے اپنے بھائیوں کا بدلہ لوں کچھ
 بہت شخص و تالاش کرتا رہا لیکن کچھ بھی اوسکا سرا رکھی سے ظاہر نہ ہوا ناچار
 حیران و سرگردان سیر کرتا پھر تا تھا ایک روز اپنے دل میں یہ ہر صلیت تھی کہ دختر
 شہزادہ اوس کے نظر اوس کیسے بریدہ کو کہ مہر انگیز نام رکھتی ہی دیکھا جانتے کہ اوس
 کا فر کے عشق میں سیکڑوں یا دشاہ اور شاہزادے اپنی جانیں مفت میں دیتے
 اور داغ حسرت دلوں میں لینگتے یہ خیال کرتا ہوا دروازے پر مہر انگیز کے کہ جو اوس کے
 رہنے کا مکان تھا جا پہنچا دیکھا کہ وہاں ایک درخت عظیم الشان اور عجیب نقشے کا دروازہ
 ہی اور بہت سے دربان اوس جگہ بیٹھے ہیں ہر چند شادی نے چاہا کہ اوس مکان کے اندر
 جاوے لکن کی طرح جانے نہ پایا تب بیقرار ہو کر اپنے دل میں کہنے لگا کہ شاید یہ بی بی
 ہی اب مطلب میرا یہاں سے حاصل ہو گا غرض باہر سیر کرتا ہوا فکر کرتا تھا کہ
 شاید کوئی ایسی راہ نظر آوے کہ جسے اوس باغ کے اندر جا پہنچوں اسلئے درگاہ باری
 میں یوں مناجات کرنے لگا کہ ای نادے گمشدگان ایسی کوئی راہ دکھا کہ جسے
 منزل مقصود کو پہنچوں اسی سوچ میں تھا کہ ناگاہ ایک نہر نظر آئی کہ جبکا پانی باہر سے
 باغ کے اندر جاتا تھا تب شاہزادہ کپڑے اتار بیٹھ ہو کر اوس نہر میں غوطہ مار باغ
 اندر گیا ایک ساعت گونشے میں بیٹھ کر کپڑے سکھا پھر وہی لباس پہن سیر باغ
 کر کے لگا دیکھا کہ نہر سے پرا دسکے پانی نہر کا روان ہی اور آب جو بیار ہر سو دو ۹
 بلبلیں چھپاتی ہیں اور گل کھل رہا ہی خیابان گلزار پر پستی طرح کی بہار ہر ایک
 تختہ گل پر مرغ خان چمن مشغول ترنم و سرود اور قمریان باواڑ کہ کو طوق اطاعت
 سر کا گردن میں ڈالے ہوئے موجود غرض یہیے تکلف سے وہ باغ آراستہ
 تھا کہ اوس کے آگے باغ ارم خار بند کے قابل بھی نہیں نظر سے

<p>ملا ایک کمرین آرزو جسمین کمر رہیں قمریاں جسمہ کو کو پکار کہیں سسترن کا تھا جلو عیان</p>	<p>عجب طرح کا باغ وہ تازہ تر کھڑے سرو دان بر لب جو بیار کہیں عند لب اور گل کا سمان</p>
<p>القصد شاہزادہ سیر کرتا ہوا نزدیک اوس تہ نشین کے جسمین مہر انگیر بھیجی تھی جاہنپا اور دوسرے شاہزادہ اوسکے جمال کا فرمایا بیچ نویں ہی کہ ایسا حسن انہ کی خلقت میں تو کیا فرشتوں میں بھی پیدا نہیں اور روبرو قصر کے ایک فرش سنگ مرمر کا کہ وصف اوسکی صفائی کا تقریر سے باہر اور ایک حوض آب زلال سے بھرا ہوا مانند آئینے کے مجھلا نظر آیا شاہزادہ ایک عت آرام کمر پھر متوجہ سی باغ کا ہوا اور باغبانوں نے چھب کمر رات اوسی باغ کا پانی جبکہ روز روشن ہوا شاہزادہ آپکو دیوانہ بنا کر باغ کی سیر کرتا رہا کہ ناگاہ ایک جگہ دیکھی کہ وہاں کئی پری زادین سیر کر رہی ہیں اور اوس جگہ فرش زرین پر ایک تخت مرصع دھرا ہئی اور اوس پر ایک معشوقہ پری شامل بیٹھی ہی کہ بسکی روشنی سے سارا باغ اوجھلا ہو رہا ہی اور اوسکی زلف عنبرین کی لببت آسمان تک فرشتوں کے دماغ کو مغنہ کر رہی ہی شاہزادہ نے قیام سے معلوم کیا کہ مہر انگیر ہی ہئی الحق حق تعالیٰ نے جسکو ایسا حسن و لغزو دیا ہو وہ کیوں نہ ہزاروں جانگو پر دانے کی مانند اپنے شمع رو پر نثار کرے نظم حسن گرا ایسا جانفزا ہووے اوسپہ کیونکر نہ دل فدا ہووے اور یہ کہ کئی اشعار مرزا رفیع السودا کے چھنی لگا نظم</p>	<p>حسن ایسا کہ جسے ماہ شب چار دہم چہر میں ایسی تھی گرہی کہ تریب روز کو زلفیں یوں کھری ہوتیں چہرہ کی تھیں ناگنی پیچ میں آو سکے نہ مانگے پانی</p>
<p>یک بیک دیکھے تو بچند وہ رنجائے باؤ کرتی ہی رہے دامن مرگ کی بھیک جس طرح ایک کھلو نے پتہ میں مالک اکھیل جاوے وہیں کالا جوڑاوسکی تنگ</p>	

دیکھے جو اوسکی کچو نکو یہ متعین ہوا اوسے	تبو یہ تانکے یہہ کام کا اوتر اہی کنگ
کر اوسکی میں مذیکھی کہ کروں اوسکا	تھی وہ ایک اہو دنگے لئے جیتے کی لپک
زرق برق ایسا ہی پوشا کہیں دنگی	کو مذیکھی کی کہوں یا کہ میں شعلے کی دمک

اسی خیال میں تھا کہ ایک لڑکی جام زرین ہاتھ میں لئے ہوئے پانی لینے کو لب حوض تک آتی اور چاہتی تھی کہ جام کو پانی سے بھرے ناگاہ عکس شاہزاد کا کہ درخت کی اوت میں جھپکرتا مشا دیکھ رہا تھا پانی میں دیکھ کر سہم گئی اور اپنے دل کے پیالیکو مہوشی کی شراب سے بھر کر جام زرین کو حوض میں گرادل میں کہنے لگی کہ آیا یہ عکس دیو کا ہی یا پیری یا آدم زاد کا غرض کانپتی اور روتی ہوتی آتی جبکہ اور نازنینوں نے اوسکی یہ حالت دیکھی اوسے مہر انگیز کے روبرو لیگتیں مہر انگیز نے پوچھا کہ ای رعنا تجھے کیا ہوا تھا تب اوسنے کہا کہ اسی بانو میں پانی کے لئے حوض پر گئی تھی پانی میں عکس ایک مرد کا دیکھ کر دہشت کھا کر گری اور ہاتھ سے جام زرین پانی میں گر گیا پھر مہر انگیز نے اوسکی تحقیق کراپنے فرمایا کہ کتنی جلد جلسے اور اس ماجر کو دریافت کر کے حضور میں آتے ہو جو شاہزاد کے اور ایک سہیلی گئی وہ بھی اوسی طرح سے پانی میں عکس دیکھتے ہی آتش عشق سے اپنے دل کو کباب کر ایک آہ مارنا لہ کرتی ہوتی مہر انگیز کے پاس آئی کہ ای شاہزادی نہیں معلوم ہی کہ یہ عکس کسی فرشتے یا پیری یا آدمی زاد کا ہی یا کہ فلک پر سے ماہتاب زمین پر اوتر اہی یا کوئی ستارہ تو ت پڑا ہی اوسکی بات کے سنتے ہی مہر انگیز کا جی ہاتھ سے گیا اور اوسکے دیکھنے کی خواہش دل میں ہوتی جلدی سے اٹھ کر طاؤس کی طرح خرامان خرامان لب حوض تک جا پہنچی عکس شاہزاد کا حوض میں دیکھ کر اوسکے سودا میں اپنے متاع دل کو کھو بیٹھی اور بیقرار ہو کر داتی سے بولی کہ اس میں کون چھپا ہی تلاش کر کے اوسکو میرے

پاس لاکھ اسکے دیکھنے سے اپنے دل کو تسکین دون دایہ بموجب حکم نہ طرف
 دیکھتی بھالتی چلی جاتی تھی آخر اس چمن کے گوشے میں جہان شاہزادہ
 چھپا کھڑا تھا اسکی نظر پڑ گئی دیکھا تو ایک جوان خورشید روز نازک بدن
 کہ حیرت افزای دیدہ افلاک ہی درختوں کی اوت میں چھپا کھڑا ہی شاہزادہ
 نے داتی کو دیکھ کر ارادہ بھاگنے کا کیا لیکن راہ گریزی نہ پائی فوراً آپ کو دیوانہ
 بنا یا تب داتی نزدیک آکر بولی کہ امی دیوانے کہاں جاتا ہے میری بانو نے
 تجھ کو یاد کیا ہے وہ جواب کچھ کچھ دینے لگا آخر شش دایہ ماٹھہ اسکا پکڑ کے حضور
 میں آئی مہر انگیزہ چہرہ اوستے پر شمش حال کرتی تھی وہ دیوانہ وار ہے
 خندہ اور گریہ زار کرتا سیر و پا جواب وہی کہتے جاتا تھا اور جب کبھی تفتیش
 حال کرتی تب کہتا کہ میں بھوکھا ہوں مجھے کسی سے کیا کام ہے اور کیا کہوں
 ہر بکری ہو گیا اور کھجی بھینس بن گئی روتی کا پہاڑ پانی کی بوجھاڑ سے گل گیا
 اور برف کے برسے سے سو م گھل گیا اوت کو بلی کھا گئی بلی کو چھچھو نہر چیا
 گئی ایسی ولٹی بلی باتیں سن کر مہر انگیزہ نہ بکری بولی کہ حیف ایسا جوان در
 دیوانہ ہو جاوے غلطی بہ حسن و جوانی اور اوسپر بہ غم و ستم ہی
 ستم ہی ستم ہی ستم غرض مہر انگیزہ شاہزادہ کا جمال دیکھتے ہی بولی
 ہو گئی تھی اور اس کے خنجر نگاہ سے مانند مرغ نیم بسمل کے بقدر سبھوں سے
 بولی کہ یہ مرد دیوانہ ہی کوئی اسکا مزاحم نہ ہو جس چیز میرا اسکی
 خواہش ہو حاضر کیجو اور جو چیز مانگے اس سے دیجو یہ کہہ اور دیوانے کو ہمراہ لیکر
 قصر کی طرف متوجہ ہوتی اور بولی کہ امی دیوانے تو اس جگہ سے کسی طرف کو نہ جاؤ
 جو کچھ درکار ہو حاضر ہی تب شاہزادہ اپنے دل سے کہا کہ ابھی اوس
 سوال کی حقیقت اس خونخوار سی استفسار کرنا اچھا نہیں بلکہ جواو اسکی

ہم محبت میں اوسے تفحص کرنا نوب ہی ایسا سب ہی کہ پہلے اوس شخص
 دلارام نام سے جو اول عکس کو میرے دیکھ کر بدحواس ہوتی تھی اور اٹک بھی
 غلبہ عشق سے میرے وصال کی خواہش اوسکا دل میں بھری تھی پوچھوں
 ہر چند شاہزادہ ارادہ پوچھنے کا رکھتا تھا مگر فرصت نہ ملتی تھی کہ پوچھے قضا کار
 ایک روز دلارام شاہزادہ کو تنہا پا کر نزدیک آو سکے پاؤں پر سر رکھ کر غور غور
 اور بے چینی و بقراری سے عرض کرنے لگی کہ آی جان حق تعالیٰ نے جو جھکو
 بہر حسن دیا ہے اور بھی زیادہ کرے میرا دل تیرے لئے تڑپتا ہے اور جی
 ٹھٹھاتا ہے میں چاہتی ہوں کہ تو اپنے راز سے مجھکو مطلع کرے کہ تو کون ہے
 اور اس جگہ تیرا گزر کیونکر ہوا اور تفحص احوال سے تیرے میری غرض یہ
 ہے کہ تیرے عشق کی گرمی نے میرا دل موم کی طرح گلا دیا اور جتنوں کے ہاں نے
 کلجیکو چھید ڈالا اشتیاق کے ناوک نے آہو سے دکنوت کار کیا اور خدنگ
 عشق نے جان و دل کو نگار گھر تو اپنے ساتھ جھکو یہاں سے لیجئے تو میں سقد
 گوہر و گنج ہر اہ لون کہ گنج قارون بھی اوسکی برابری نہ کر سکے ہر چند وہ
 اس طرح کی باتیں کرتی تھی لاکھ شاہزادہ دیوانے کی طرح گفتگو کرتا تھا
 بلکہ اظہار اسکے کہ مبادا یہ راز آشکارا ہو تو مفت میں رسوائی آو جھکانی
 چربی بھی پھر اوسوقت کچھ تدبیر نہ بن آو گی جب دلارام نے اپنے مقصد کا
 جواب کچھ نہ پایا اور افسوس و افسانہ اوسکا ذرہ بھی کام نہ آیا تب وہ
 اور بسوزنی ہوتی اپنے مکان پر آتی اور اوسکے دیوانے ہونے پر افسوس
 کرتی یہی اور تمام رات گزرتی تھی میں کاتے دوسرے دن جبکہ صبح
 صادق ہوتی پھر شاہزادہ کیے پاس آتی اور پروانہ کی مانند گرداوس
 شمع و کے پھرنے لگی اتنے عرصے میں مہر انگیز نے شاہزادہ کو طلب کیا اور

گفتگو میں مشغول ہوتی دلارام بھی چپ چاپ کمر دکھیا کرتی مہر انگیز اور سلی طبیعت
 کا میدان دیوانے کی طرف دیکھ کر تازگئی کہ یہ بھی فدا ہی تب دلارام کو بلا کر
 بولی کہ آج سے میرے دیوانے کی خبر گیری تمہارے ذمے ہی بخوبی تمام اوسکے
 کھانے کا اسباب من مانتا جسوقت جو چاہے فوراً حاضر کر دیا اور جان و
 دل سے اوسکی خدمت میں حاضر رہو دلارام نے جب کہ ہم حکم پایا پھولوں نہ
 سماتی جان و دل سے اوسکی خدمت گذاری میں حاضر رہنے لگی قصہ ایکرو
 دلارام دیوانے کو اپنی خلوت سرزمین لپیلا کر بہت سی باتیں ادھر ادھر کی
 کر قسم خدا اور رسول کی درمیان لاتی اسواسطے کہ وہ راز اپنے دل کا کھو لکر کہے
 تب شاہزادینے اپنے دل سے کہا کہ ظاہر ابوعی شق اسکی بانوں سے پاتی جاتی ہی
 اپنی حالت کا بیان کرنا اسے مضائقہ نہیں بولا کہ ای رعنا مطلب میرا ہے
 ہی کہ گل با صنوبر چہ کر اس معنی کی تلاش میں اتنی خرابیاں کھینچتا تھا
 پہنچا ہوں اور تیری بانو تمام بادشاہ و شاہزادوں کا سرکات کر لٹکا دیتی ہی اگر
 تجھے اس سوال کی حقیقت کچھ معلوم ہو تو مجھے بتا تب دلارام نے کہا کہ اگر تو
 مجھے اپنے نکاح میں لائے اور سب بانو و نکاحوار بنا سے تو اوس شازدہانی
 کی ماہیت سے جسقدر کہ مجھے معلوم ہی تجھ کو آگاہ کروں شاہزادینے کہا ای یار
 وفادار وای مونس نکسار اگر تیری مدد گاری سے مقصد میرا حاصل ہوا اور
 میں مراد کو پہنچا تو جو کچھ تیری ارادت ہی بسر و چشم بجالاؤنگا اور ہر حال میں
 تیری اطاعت کرونگا دلارام نے شاہزادے سے جب عہد و پیمان درست
 کر لیا تب کہا کہ ای مایہ زندگانی میں بھی نہیں جانتی ہوں کہ گل با صنوبر چہ کر
 مگر اتنا معلوم ہی کہ مہر انگیز کے تخت کے نیچے ایک رنگی رہتا ہی اوس نے
 اس ماجرے سے اوسکو واقف کیا ہی اور وہ رنگی شہر واقاف سے

بھاگ کر آیا ہی پس لازم ہی کہ تو بھی قصہ شہر واقف کا کرے نہیں
 تو کسی وجہ سے بہر راز تجھ میں کشف نہ ہو سکیگا جب شاہزادینے دلا رام
 کی زبانی یہ بات سنی تب دل سے کہا امی دل اب ذرہ صبر واجب ہی
 اور دیکھ کہ پردہ غیب سے کیا آشکار ہوتا ہی اب تو بہت مشکلیں پیش
 آئیں اور اسباب میں بہت سنا خون جگر کھانا ہوا عمو لہو لغہ اگر خون دل کھا
 پہنچو نگاوان عمو مقصود کو اپنے پاؤں نگاوان نہیں نا امید ہی سے مجھ کو اس
 کہ لا تقطوا برہی سبکی اساس عمو جو اندر دہمت سے اپنی لڑیں عمو اگر خار ہوا و سکو
 بھی گل کریں عمو غص ایسے مضمون کا شعور ٹھکرتا تسلی خاطر کرتا تھا کہ اتنے میں دلا رام
 نے شاہزادے کو بہت متروک دیکھ کر کہا کہ امی ہوس عمو آرویا روفا دار تو کچھ تر دنا
 میں نہ لا اگر ارادہ تیرا مہر انگیز کے قتل کا ہو تو میں ایک روز محفل میں پیالہ شراب
 کے بدلے نہر کا پیالہ او سے ملا دوں کہ پھر قیامت تک سہرنہ اوتھا سے عمو نظم

پلاؤں او سے اسطر حلی شراب	اگر پھر سرا دتھا و سے نہ خانہ خراب
قیامت تلک او سکو آو سر ہوش	رہے خاک کی طرح پیرودہ نموش

تب شاہزادینے کہا امی یا عمو ار اس فریب سے ہلاک کر کے بدل لینا جو اندر
 سے بعید ہی جب تک کہ شہر واقف کو نہ جاؤں اور او سے باجر کو دریافت
 نہ کروں تب تک آرام حرام جانتا ہوں انشاء اللہ تعالیٰ او سے مطلب کو حاصل
 کہ تیرا مطلب بھی برابر عمو نگا یہ عمو مکر تیرے ساتھ کرتا ہوں یہ کہ عمو دلا رام
 سے رخصت ہو کر نزدیک پیر دھقان کے گیا اور کہا کہ امی پدر مہربان میں سفر
 کو جاتا ہوں تم کچھ اندیشہ اور وسوسا اس خاطر میں نہ لاتیو

چوتھی داستان روانہ ہونا شاہزادے کا دلا رام کے پاس سے
 اور رہنا ہونا پیر روشن ضمیر کا طرف شہر واقف کے اور مسحور و مسوخ

ہونا اوسکا ہرن کی صورت میں لطیفہ بانو کے جادو سے

بیان کرنے والے داستان کے اور روایت کرنے والے حکایت کے اس قصے کو یوں بیان کرتے ہیں کہ شاہزادہ گھوڑے پر سوار ہو کر شہر سے باہر چلا مگر نہیں جانتا تھا کہ شہر واقف کس طرف ہی اور کس رستے سے جاتے ہیں اسی فکر میں گھل گھل کر ضعیف ہوا جاتا تھا گھوڑے وٹوٹا اب اسے اتنا ہو گیا کہ گھوڑے پر بھی سواری کی طاقت نہ رہی غرض گھوڑی بالگدور تھانے ہوتے پایادہ چلا جاتا تھا یکایک راہ میں ایک پیر روشن ضمیر نورانی چہرہ جامہ سبز پہنے ہوئے ہاتھ میں ایک عصا لے کر خضر کی مانند نظر آیا شاہزادینے اوسکے دیکھتے ہی سجدہ شکر کا درگاہ میں رہبر حقیقی کے ادا کیا اور دست بستہ ہو کر نزدیک اوس پیر بزرگ کے آکر ادب بجالایا پیر نے بھی جواب سلام کا دیا اور پوچھا کہ ای جوان تو کون ہی اور کہاں سے آتا ہے تب شاہزادینے کہا کہ ای بزرگ یہ مسافر قصہ شہر واقف کا رکھتا ہے مگر اوسکی راہ نہیں جانتا کہ کس طرف ہی اور کس راہ سے جانا ہو گا پیر بزرگ نے شاہزادے کے رخسارے پر نظر کر کے کہا کہ ای جوان اس راہے پایاں سے تو آپکو باز رکھ یہ راہ بہت خطرناک ہی لازم ہے کہ اس طرف سے خیال اٹھا کر اور کاموں میں مشغول ہوے کہ سوا سطلے کہ اگر عجز ہو اوس راہ کی تلاش میں سرگردان رہیگا تو بھی تپانہ پاویگا غرض پیر بزرگ نے بہت سی نصیحت کی مگر شاہزادے کو کچھ اثر نہ رہی تب پیر بزرگ نے کہا کہ ای مسافر تیرا مقصود شہر واقف کے جانے سے کیا ہے کہ جس لئے اپنی عمر و زندگانی عزیز کو برباد کیا چاہتا ہے شاہزادے نے کہا کہ ای بزرگ ایک کام نہایت سخت و ہنس مشکل پیش آئی ہے اگر آپ کو اوس راہ کا کچھ پتہ کا نامعلوم ہو تو ماہر و

کے رہنمائی فرماتے جبکہ پیر بزرگ نے دیکھا کہ شاہزادہ کسی نوع سے نہیں
 رکنا تب فرمایا کہ امی جوان شہر واقاف قاف میں ہی او تعلق باد سے رکھتا ہی
 اور وہ ان مقام جنات کا ہی شہر سے باہر ہوتے پر تھک دو راہین ملینگی لازم
 ہی کہ وہ راست میں جاتیو ہر گز راہ پپ میں جانے کا قصد نہ کیچونہ دریاں
 کے رستے کو اختیار کیچو ایک رات اور دن کی راہ سے مت جاتیو جب کہ
 صبح صادق ہوگی تب تھک ایک مینارہ نظر آو لگا او سپر ایک تختہ سنگ
 مرمر کا خط کوفی سے لکھا ہی لازم ہی کہ اوں تختے پر چو کچھ منقوش ہی او سکو پھیکر
 اوسے پر عمل کیچو اور زہار خلاف راہ نجاتیو شاہزادہ اپنے یہ بات قبول کی اور
 اوس بزرگ کے پاؤں چومے وقت رخصت ہونیکے پیر نے بھی حق میں
 شاہزادہ کے دعاے خیر کی شاہزادہ گھوڑے پر سوار ہو کر متوجہ راہ واقاف کا
 ہوا ایک شبانہ روز کی راہ گیا تھا کہ اوں نشان کے پتھر تک جا پہنچا
 دیکھا کہ بلندی میں فلک لاجوردی کی مانند ہی اور اوس میں ایک تختہ
 سنگ مرمر کا خط کوفی سے منقش طہرا ہی اس واسطے کہ مسافر حقیقت
 سے ہر ایک راہ کی واقف ہو کر عیش و عشرت سے اوقات بسر کریں او
 گمراہ نہ ہوں اور مضمون اوس نوشتے کا یہہ ہی کہ مسافر کو لازم ہی کہ راہ
 راہ راست میں جاوے اگر راہ چپ میں جاو لگا تو تھوڑی تصدیح اٹھیا
 لیکن جلد اپنے مقصد کو پہنچا اور راہ میانہ تو ایسی خطرناک ہی کہ اگر کوئی
 ہزار جان رکھتا ہو ایک بھی بھیر نہ لاوے وہ راہ قاف کی ولایت کو جاتی ہی
 شاہزادہ اوس مضمون کو پڑھ کر سو پا برہنہ دست تھکا درگاہ میں اوس نے نیاز
 کی او تھا کہ کہنے لگا امی بھولے بھٹکونکو پتے پر پہنچا نیوالے اور آئی گمراہی ہونے پر
 اگر نیولے تجھ سے مدد مانگتا ہوں اور بہت چاہتا کہ مقصد میرا واقاف کے

ملک سے ہی اوس ساہ خطرناک میں تو رہبری کرے نظم

دشت غربت میں پڑا ہوں اب نہ کوئی ہدم نہ یاں ہمراہ ہی کس سے درد و غم کروں یاں خار سے سارا بیابان ہی بھرا ہر قدم پر میں بھان خطبے ہزار	کون مج کو تجھ سوا دکھلاے راہ ہی اگر تو ناتہ جانکاہ ہی لب پہ آپہنچی ہی جان ناتوان آبلوں سے ہو گئے مجروح یا تو بچا وے تو بچوں پروردگار
---	--

پھر ایک تھی خاک کی زمین سے اٹھا کر اپنے حبیب اور گریبان میں
داں کر بولا کہ آی خاک تو میرے پیرا ہن اور کفنی کی جگہ ہی پھر سوار ہو کر
درمیان کا رستا لیا بعد ایک رات اور دن کے راہ دکھلائی دی شاہزادہ
مناجات کرتا ہوا وہی راہ میں چلا جاتا تھا ایک دن جبکہ آفتاب عالم تاب
طلوع ہوا اسوقت شاہزادہ کو ایک میدان لوق و دوق نظر آیا کہ درخت
اویسے آسمان تک پہنچے ہوتے اور اوسمیں ایک باغ ہر بھر ادیکھ کر شاہزادہ
متوجہ اوس باغ کا ہوا جبکہ دروازہ پہنچا دیکھا کہ وہ دروازہ ایک تخت سنگ
مرمر سے بنائی اور ایک زنگی کہ جس کے چہرے کی تیگی سے سارے باغ پر سیاہی
چھاتی بلکہ شب و بجور اوسکی رنگ سے اندھیرا دام لے آتی ہی اوسکے اوپر کے لب
ناک کے نتھنوں سے بھی اوپر چڑھے میں اور نیچے کے گریبان تک لٹکے ہوئے نظم

لکھوں تعریف اوس چہرے کی میں کیا زبس غفلت تھی اوسکی تیرہ و تار	جہا نہیں خلق کب لیا ہوا نہہ کڑی سا تھا کالا کو یلا نہہ
--	---

ایک پھر چلی کے پات کی طرح مدور سون کے وزن کا بجائے سپر کے انار
کے درخت سے لٹکائے اور شمشیر کہ وہ بھی پچاس من لوہے سے کم نہ تھی
شمشاد کے درخت سے ٹانگے اور کئی جانور و کئی کھال کو باہم سسی کر بجاے

لنگ پہنے اور ایک زنجیر اتنی ضخیم کہ جس کے ہر حلقے سے ہاتھی آمد و رفت کر سکے
 بجائے مگر بند باندھے حرم کے دروازے پر تھپڑ سے تیرا کئے ہوتے اور تکیہ دیتے ہوتے
 سوتا ہی شاہزادینے نزدیک اوسکے اگر لگام اپنے گھوڑیکی زنگی کے سر کے نزدیک
 باندھی اور بسم اللہ پڑھ کر باغ کے اندر قدم رکھا سیر کرتے کرتے یکایک ایک چین کے
 نزدیک جا پہنچا وہاں کی ہوا بہت خوش آئند اور درخت بھی نہایت خوش قطع و ثمری
 ڈالیاں متوالوں کی مانند باہم جھوم رہیں تھیں اور بلندی میں ہر آسمان تک لیتی
 تھیں بہت سے ہرن وہاں چر رہے تھے کہ صبح سگوتیاں جنکے سینگوں پر
 سڑھتی ہوتیں اور کارچوبی جھولیں تھپہ پر پڑی ہوتیں اور رومال زر رفت کے اونٹوں کی
 گردن میں بندھے تھے غرض ہر ایک ہرن پری چہرہ اوس باغ میں سیر کرنا
 تھا شاہزادہ دیکھنے سے اوس تماشا سے عجیب متعجب ہو رہا تھا کہ الہی عجب
 باغ ہی اور اس کا مالک نہ ہی نظر نہیں آتا سارے ہرن دست و پا چشم و ابرو
 کے اشارے سے شاہزادے کو مانع ہوتے تھے کہ یہاں مت آلیکن اشارہ اونٹوں کا
 شاہزادے کی خاطر میں نہ آیا بلکہ تپاس کیا کہ شاید یہ ہرن مجھے دیکھ کر گلوں لکڑی میں
 اور عشوہ گری سے چشم و ابرو ملائے ہیں القہر شاہزادہ سیر کرتا ہوا نزدیک
 ایک محل کے پہنچا کہ قہر میر کو بھی اوس مکان کی برابری کا مرتبہ نہ تھا اور
 سبزہ وہاں کا سونے روپے کی طرح جھکتا ہوا اور گلوں کی لپٹ سے ہر ایک
 طرف مہکتا اور اوس میں ایک شہ نشین مصفا سنگ مرمر کے فرش
 سے آراستہ دروازہ اوس کا چشم عشاق کی مانند کھلا شاہزادہ سیر کرتا
 ہوا ایک جھوٹے سے اوس مکان کے اندر گھس کر گیا دیکھتا ہی کہ ایک
 قبول صورت پری پیکر عورت کہ ماہتاب جس کے دیکھنے سے بیتاب ہو جاے
 اور چشم فغان اوسکی دیدہ زر گس کو زمین خجالت پر جھکاے سر در پے

سے نکالے ہوتے ادھر ادھر تک رہی ہی جو نہیں نظر اوسکی شاہزادے پر
پڑی فوراً عاشق اوسکے جمال کی ہو گئی اور عشق سے بیتاب ہو کر وائی کو بٹا کر بولی
اکہ آئی ماما اس جوان کو میرے نزدیک لے آگے اوسے پوچھوں کہ کون ہی اور کہاں سے
آیا ہے اور اس باغ میں کہ جہاں پرندہ پر نہیں مار سکتا اور شیر و گرگ بھی میست
سے اس طرف رخ نہیں کرتا کیونکہ داخل ہوا اور یہ بموجب اوسکے کہنے کے شاہزادہ
لانے پر متوجہ ہوئی اور نزدیک شاہزادے کے جا پہنچی اور اوسکا چاند سا منہ دیکھ کر
بچک کر رہ گئی بعد ایک لمحے کے سلام کر کے بولی آپ کا آنا یہاں بہت مبارک
ہوا ہماری بانو نے آپ کو یاد فرمایا ہے شاہزادہ فوراً دایہ کے ہمراہ ہو کر متوجہ اوس
مکان کا ہوا اور وہاں پہنچ کر معلوم کیا کہ شاید روضہ رضوان ہی ہے اور
اندر اوس مکان کے ایک تخت بھی دھڑائی محل دو خوابہ اور زربفت ہے
فرش جا بجا کچھ میں تپاتی کے پردے تھیش کی ڈوریوں سے کھینچے
اور وہ فتنہ روزگار یعنی لطیفہ نام اوس تخت پر مٹھی ہے شاہزادہ دیکھنے
سے اوس عجایب کے متعجب و محیر ہو رہا اوس نے شاہزادے کو دیکھتے ہی کمال
اشتیاق سے اٹھ کر ہاتھ پکڑ کر تخت پر اپنے پاس بیٹھایا اور بہت سی
میٹھی میٹھی باتیں جی لکھائی کر کے بولی کہ آئی جوان تو کون ہی اور کہاں سے
آیا ہے اور کہہ کر جو اوسکا اور اس باغ میں سطح سپہائی شاہزادے نے
اپنی سرگزشت اول سے تاباں خبر کہ سناتی تب لطیفہ بانو بولی کہ آئی جوان
یہ کہہ کیا خیال فاسد اور شکل میرے دل میں گذرا ہے لازم ہے کہ اوسے
درگزرے کہ کوئی اوس راہ میں آج تک نہیں گیا بہتر ہے کہ دست سبھا
اپنا میری گردن مراد پر محال کرے اور شکر پر دروگاہ بجالاے اور اپنے
تخت بلند کو باور سمجھے کہ مجھ سے نا زنین پری بکرا وصال تجھے میرا شایا

اور بہانہ تنگ پہنچا اور جو بات تو نے اپنے دل میں تھانی سی وہ بھی انجام کو
 پہنچاؤنگی اور قیموس شاہ کو سہاؤسکی دختر کہ مہر انگیز نام رکھتی تھی تیری بہت
 میں لا حاضر کرونگی تب جو کچھ کہ تیری ارادت ہوگی سو کچھ ایسی ایسی مبارزوں
 باتوں سے شاہزادہ کو چھسلا رہی تھی شاہزادہ نے کہا کہ ای لطیفہ بانو میں تیرے
 ساتھ یہ عہد کرتا ہوں کہ جتنا کہ ہر واقف میں بخاؤن اور قیموس شاہ کو
 علانیہ کہ قتلارنگروں اور اوس گیسو پریدہ مہر انگیز کو اپنے قبضے میں لا کر گھوڑی
 تاکے تلے نہ روندوں اور اوسکا گوشت کٹوں اور اوپر والیونکو نہ کھلاؤں تنگ
 دنیا کا عیش و آرام مجھ پر حرام ہی جبکہ اون کا منہ سے فراغت پاؤنگا ابوت
 بھگو نکاح میں لاؤنگا اور تیری گردن مراد میں اپنے وصال کی حامل پہناؤنگا
 غرض لطیفہ بانو ہر چند مانہ ہوئی تھی پر شاہزادہ اوس بات پر مطلق کانٹ لگاٹھا
 تب اوس آفت جان نے یہ تدبیر دل پر تھانی کہ محفل می کشی کی ترتیب
 دیکر کس طرے سے شراب پلاؤن تاکہ دماغ اوسکا نشے سے سرشار
 اور عقل و ہوش بیکار ہو جاوے تو یقین ہی کہ مہر انگیز کی طرف سے جو غصہ اوسکا
 دل میں ہی فرو ہو جائیگا پھر جو کہوگی سو قبول کریگا اور شربت وصال سے اپنے
 سر سے دل مہجور کی پیاس بجھاؤیگا تب اوسنے ساقیان پر ی زخسار گل عذار
 کی طرف اشارت کی اونھوں نے اشارہ پاتے ہی جام زرین اور شراب
 خوشگوار و رنگین لا کر حاضر کی لطیفہ بانو نے پیالہ بھر کر پہلے تو شاہزادہ کے ہاتھ
 دیا شاہزادہ نے کہا ای یار غمخوار پہلے پینا اوسکا مینرمان کو پھر مہمان کو روای لطیفہ
 نے شاہزادہ کی خاطر پہلا پیالہ اپنے لبوں سے لگایا اور دوسرا جام بھر کر شاہزادہ کو دیا
 اوسنے تکلیف ایسی محبوبہ کے کہ طبیعت اوسکی ہوفاتی سے مخمخھی بی لیا تب
 لطیفہ بانو نے اوھر مجلس بادہ نوشی کی گرم کراد دھر گانے بجانے کا چچا پھیلایا



دل میں رہا کہ جس نے سے مہر و ماہ حیرانی کھچیں اور اونکی لغتیں بار
مردنگ کا ستر ملا کے صدر سے دلکش کے گانے لگین اس وقت اگر تان سین
ہوتا تو اپنی تان بھول جانا اور بیچو باور باور ابن جاتا غرض گانے بجانے کا وہ
سمان بندھا کہ سارا مکان گونجنے لگا اور دلربا و نگی جلوہ افروزی سے اندر کا کھڑا گیا

کہ تھا مست شے سے یہ جوان
اکھلی اور مندی لیتی دل کو نبھا
کہ گانیکا حق جن سے ہوتا ادا

بندھا راک کا اوٹھڑی پہ سمان
عجب طرح کی شکاری دل ربا
انوتھی وہ تانیں نیت و لکشا

غرض ایسے عالم محبت میں لطیفہ بانو کے کانون دل میں آتش عشق دہنی
بھڑکی پر شاہزادی کی بے پروائی سے ناچار تھی کچھ بس نہیں چلتا تھا پھر جن
تک اسی نوع سے محفل عیش و نشاط گرم رہی جو تھے روز شاہزادینے وعاشنا
دیکر کہا کہ امی بانو سے عالم اب چاہتا ہوں کہ مجھ کو رخصت فرما دے کہ راہ
سفر کی بس دور و دراز ہی اور آتش محبت بھاری میرے خوسن جان میں
شعلہ انداز انشاء اللہ تعالیٰ بعد حاصل ہونے مطلب کے جلد خدمت میں تیری
آہوستان وصال سے گل مراد کے چمنو نگا اور زلال ملاقات سے تشنگی پیے مگر
سوختہ کی بھجاؤنگا جب لطیفہ بانو نے دیکھا کہ شاہزادہ کسی نوع سے وام میں نہیں
آتا تب دایہ کو حکم کیا کہ وہ قلعی جسمیں معجون مغرچ اس طاق پر دھری ہی کھانے
سے جسکے طاقت جوانی و لذت روحانی حاصل ہوتی ہی لے آگے ذرہ سی شاہزاد کو
کھلاؤن دایہ نے فوراً حاضر کی لطیفہ بانو نے قدر سے شاہزاد کو کھلائی گالے سے بچے
اور ترے ہی شاہزادہ بیہوش ہو گیا اور مطلق اثر جو اس کا باقی نہ رہا تب اس
ساحرہ نے ایک لکڑی کہ سانپ کی مانند تھی نکال کر اور کچھ افسون اوسپر

بڑھتا ہوا ایک سوئڈھے پر ایسی باری کہ شاہزادہ ایک آہ کھینچ کر جھانک کر
 زمین پر گر پڑا اور گرتے ہی ہرن بگیا جب شاہزادے اپنی صورت کو مسح
 دیکھا تب دل میں کہا کہ حیف یک نشہ دوشدنا حق میٹھے تھماتے ہیں
 آپکو بلا میں ڈالا اب ہاتھ سے اس جادوگر کو خوار کے مخلصی پانی مشکل ہی
 غرض لطیفہ بانو نے فوراً اون شاخو نیپر کہ ہرن کی طرح سر پر شاہزادے کی نکل
 آئی تھیں زرگر کو بلو اکرم صبح سنگو تیاں چڑھواتیں اور ایک رومال جادو
 سے پڑھ کر گردن سے باندھ دیا ہر چند کہ شاہزادہ شکل آہوں گیا تھا مگر
 خصال جو اس میں فرق نہ تھا اس سبب شکر خالق کا کرتا تھا لطیفہ
 بانو نے اوس ہرن کو بھی بڑی تپ تپ سے آراستہ کر کے درمیان اون
 ہرنوں کے کہ وہ بھی انسان سے ہرن ہو گئے تھے چھوڑ دیا جبکہ شاہزادہ
 اس طرح اوس کافر کے ہاتھ سے خلاص ہوا چمن میں سیر کنان ہر ایک طرف
 بھاگنے کی راہ ڈھونڈتا تھا اور دل میں اندیشہ کرتا تھا کہ کیونکر اس باغ
 سے آپکو نکالوں اب نہ کو شیر و پلنگ کا نالہ ہو جاؤں اور یہ زندگی نعمت میں باد ہو جاؤ

پانچویں داستان صورت اصلی پڑشاہزادے کا ہر توجہ جمیلہ بانو کے
 اور دینا جمیلہ بانو کا شیر و کمان و عقرب سلیمانی شاہزادے کو اور روانہ ہونا
 شاہزادے کا وہاں سے اور بے قرار ہونا جمیلہ بانو کا اوس کے فراق سے
 اور پینچھا شاہزادے کا سیدان صغایں اور شیر سے ملاقی ہونا اوس کا

القصہ یہی اندیشہ کرتا ہوا باغ میں چرا کرتا تھا جب اسی طرح سے دس بارہ
 دن گزرے ایک روز پھرتے پھرتے گوشے میں باغ کے پہنچا کہ دیوار وٹکی
 بست تھی خدا کو یاد آئی سی جو کڑی بھری کہ باغ سے باہر نکل پڑا اور دل
 سے کہا کہ اب ہونی ہو سو ہو پھر خیاں کیا تو دیکھا کہ وہی باغ ہی کہ حسین رسا تھا

تب سوچا کہ شاید طلسم اور جادو کا تماشا ہی غرض کہ سات بار اوسط طرح
 باغ سے باہر نکلا مگر بسبب جادو کے پھر آگیا اوسے جگہ پہ پایا آخر رفتہ رفتہ ایک
 روز ایک جگہ پہنچا کہ وہاں ایک جھروکھا نظر آیا ہزار محنت اور تروداوت سے باہر
 نکلا تب اور ایک باغ نظر آیا کہ اوسکی خوشبو سے دماغ معطر ہو گیا سیر کرتا ہوا
 دیکھتا پھرتا تھا کہ اوسے عرصے میں ایک مکان عالیشان نظر آیا کہ جسمیں ہزار
 درختے اور دروازے سب سے بند تھے ہر ایک کھڑکی اوسکی صفائی سینہ پر چھا
 کی طرح دلکش اور ہر کاری و نمائی نہایت انگیز و جانفزاعظمت باغ کہ گلستان ارم سے
 بھی لطافت میں دور نا بلکہ باغ جنان اوسکی روش کا نمونہ تھا شاہزادہ متوجہ اور
 قصر کا ہوا اور کہنے لگا کہ دیکھا چاہتے کہ یہاں پردہ غیب سے کیا ظاہر ہوتا ہی ہے
 خیال کرتا پھر تا تھا کہ ناگاہ ایک جھروکھا اوس مکان کا کھلا دیکھا اور ایک پچھرو
 نازنین کہ رخسار اوسکے مانند لالہ احمر کے رنگین چشم مردم فریب اوسکی غیبت آسمان
 چین زلف عنبر فام اوسکی ہند گلستان جمال اور بعد سلسل اوسکی شگفتگان
 محبت کے جی کی حیرت ایک سخت مرصع زر نگار پرستی سے نکالے تک رہی ہی نظر
 پڑی اوسکے جمال کی روشنی سے سارا باغ منور رہا اور اوسکے بدن کی خوشبو سے
 دماغ روحانیان معطر ناگاہ اوس غزال صحرا سے محبوبی کی نگاہ اس آوارہ و شست
 غبت و مصیبت پر پڑی تب شاہزادے نے دل میں کہا کہ الہی یہ بھی کوئی بلا
 ہی سگ زرد برادر شغال نہ کہ اس جگہ مسکن اپنا بنائے ہو لیکن بظاہر
 فریفتہ اوسکے جمال کا ہو کر تنک رہا تھا کہ یک بیک آنکھ اوس نازنین کی
 شاہزادے لڑی دیکھا کہ ہرن خوبصورت اور شاخیں اوسکے سر کی مضبوط
 شاہدے سے اس حال کے متعجب ہو گئی اور دل میں سوچی کہ یہ ہرن کس کا
 پروردہ ہے اور کس طرح مخلصی پا کر بھاگ آیا ہے اوس گلاب نہ کہ اس ہرن کے گرفتار

کرنے کا شوق بدرجہ اتم دامنگیر ہوا تب دانی سے بولی کہ اس ہرن کو کسی طرح
 گرفتار کر اور جو کوئی اس کو پکڑ لگا یہ ہوتی کا مالا جو میرے گلے میں ہی اوسے انعام
 دوں گی تب دایہ جادو پیشہ نے تھڑی سی گھاس مٹھ میں لیکر اور اوسے ہر طرف
 دور سے دکھانا شروع کیا شاہزادہ کو تو اپنی گرفتاری پہلے ہی منظور تھی کہ کسی طرح
 اوس حالت سے صورت اصلی پر آوے اور خدا کی مدد سے اوس بلا سے نجات
 پاوے گھاس کو دیکھ کر بھوکھے جانوروں کی طرح نزدیک آنے لگا دانی
 نے جب دیکھا کہ یہ ہرن بہت شوخ ہی کھانکی لالچ سے میرے نزدیک
 آتا ہی تب آہستہ آہستہ قدم بڑھاتی ہوئی اور بھی نزدیک آتی اور شہی
 ڈور پڑھی ہوتی جو اوسکی گردن میں پڑی تھی پکڑ لی جب یہ حال اوس
 نازمین نے دیکھا قصر سے نیچے اتر کر اوسکے دیکھنے میں مشغول ہوتی اور
 طوق مرصع اور جادو کی ڈوری اوسکی گردن میں دیکھ کر سمجھی کہ یہ ہرن
 پروردہ کسی امیر زادی کا ہی کہ اوسکے ماتھے سے چھوکر بھاگ آیا ہی غرض
 وہ لڑکی کہ جمیلہ بانو نام رکھتی تھی ہرن کو دریا تے ہوتے اپنے قصر میں لاتی
 اور اپنے بیٹھنے کی جگہ پر اوسے بٹھا کر اچھے اچھے میوے دامن میں بھر کر
 ہرن کو کھلانے لگی جو ان آہو شکل از بسک بھوکھا تھا خوب آسودہ ہو کر کھایا
 پانی پی کے سیر ہوا پھر جمیلہ بانو کے پہلو میں سر رکھ کر آرام کرنے لگا اور خاتون
 بھی اوسکے دھیتھ میں بہت خوش ہوئی اور آہستہ آہستہ دست نازک
 اپنا اوس پر پھیرنے لگی اور دایہ سے بولی کہ ایک ڈوری زربغت کی طیار کر کے
 حاضر کر جو حکم کے دایہ ایک ڈوری زربغت کی لے آئی بانو نے اوسے
 ہرن کو اپنے تخت کے پاس کے ساتھ اس انداز سے باندھا کہ تخت پر
 بیٹھنے سے وہ ہرن ہم آغوش رہے اس اثنا میں یکبارگی اوس

ہرن کی آنکھ سے اشک جاری ہوتے جب دانی نے دیکھا کہ ہرن زار
 روتا ہی تب خاتون سے بولی کہ آپ کا ہرن آنکھوں سے والے اشک
 کے گرانہ ہی ای بانو یہ بڑے اچھے کی بات ہی کہ حیوان اس طرح سے روتے
 اس حکایت تازہ کے سننے سے جمیلہ بانو متعجب ہوتی اور جلدی سے
 ہرن کے پاس آئی ہرن نے بھی خاتون کو دیکھ کر اپنے سر کو اوس کے پانوں
 پر ڈال دیا اور بے اختیار رونے لگا خاتون اوس کے بدن پر ہاتھ پھر کر
 بہت سی سلی دینے لگی اور کہنے لگی ای پیارے کس واسطے روتا ہی میں
 جھکو جان سے عزیز تر سمجھتی ہوں وہ ہرن اور بھی زیادہ رونے لگا اور سر کو
 پانوں پر خاتون کے ملنے تب خاتون نے اپنی فراست سے دریافت کیا
 کہ یہ کام تو لطیفہ بانو کا ہی کہ انسان کو حیوان بنا کر گرفتار کر رکھتی ہیں تب
 ہرن سے کہا کہ تو خاطر جمع رکھو تجھ کو ابھی صورت اصلی میں لاتی ہوں یہ
 کہہ دانی سے بولی کہ معجون کا ایک حقہ مرصع جو اوس طاق پر دھرائی ہے
 بموجب حکم کے دایہ نے حقہ مرصع لا کر حاضر کیا تب بانو نے غسل کر کے
 بالینہ پہن اور اوس ہرن کو بھی نہلا دھلا کر تھوڑی سی معجون اوس حقے سے
 کھال کر کھلا دی کھلاتے ہی وہ ہرن مبہوش ہو گیا تب خاتون نے اپنی
 چھڑی مسد کے تلے سے نکال کر افسون پڑھنے اوس کے موندھے پر لگائی کہ ہرن
 کی بارگی چرخ کھا کر زمین پر گرے اور لوٹ پوٹ کر صورت اصلی انسانی پر
 آیا اور وہ ڈوری اور رومال و جواہر وغیرہ جو شاخون میں تھا ہر سے جدا
 ہو گیا تب شاہزادہ درگاہ میں اس حکیم مطلق کی ہزار ہزار سجدے شکر
 واحسان کے بجالایا اور بولا کہ ای خاتون تو نے مجھ کو پنجہ بلا سے نجات دی
 اور زندگی دوبارہ بخشی ایسی زبان کہان سے لاؤں کہ شکر تمہارے احسان کا

ادا کروں بال بال میرا آپ کے لطف و کرم کا ثنا خوان ہی تب خاتون
 شاہزادیکو لباس شانہ پہنایا او سوقت حسن شاہزادیکا ایسا چمکا کہ گویا چاند
 زمین پر اور تراتن کی صفائی پیرا ہن سے نمودار تھی اور آثار قیامت چاک
 اگر بیان سے آشکار تب تو جمیلہ بانو اور بھی فریفتہ ہو کر پریشان حال ہوتی اور
 بولی کہ اے سروروان بوستان خوبی اور آئی نوہال گلستان محبوبی سچ کہتے
 کہ آپ کون ہیں اور نام آپ کا کیا ہے اور کس واسطے اس طرف تشریف لائے
 ہیں اور لطیفہ بانو کے دام میں کیونکر گرفتار ہوئے تھے تب شاہزادے نے اپنی
 سرگذشت اول سے تا آخر کہہ سنائی خاتون سننے سے اوس ماجرا سے
 عجیب کہ بولی کہ اے الحاسس روح بخش جان و دل کے آرام بخشنے والے مجھ
 بمقرر سے دریافت فرما کہ ابھی چوتھائی راہ شہر واقاف کی طی نہیں ہوئی ہے کہ
 اتنی محنت اور حیرانی اور سرگردانی تو نے اوتھائی ابھی بہت سی راہیں
 خطرناک درپیش ہیں اس واسطے لازم ہے کہ تو اس اندیشہ محال اور خیال باطل
 سے اپنے باز رہے اور ناحق باوصف اس جوانی کے دیون کے ماتھے اپنی
 جان عزیز کو ہلاک نہ کرو اوسے میری بات مان کہ مفت مارا جانا مصلحت سے
 باہر ہی اس میرے غریب خانے کو اپنا محل مبارک سمجھ کر یہیں رہو اور عام
 حیات کو بادہ معیش و عشرت سے لبریز کر کہ میں بجان دل تیری خدمت گزار
 میں حاضر ہوں میرے آرام کو اپنی راحت پر مقدم جانو نگلی اور ہر صورت سے
 تیری تابعداری کرونگی شاہزادینے کہا کہ درست ہے آپ کا حق احسان
 میری گردن جان پر اتنا ہے کہ اگر میرے بدن کی جلد سے جوتی بنا کر پہنتے تو بجا
 ہی کیونکہ آپ نے اوس جادوگر کے ماتھے سے نجات دیکر دوبارہ لباس تنیکہ
 انسانی مجھے پہنایا مگر یہ امید رکھتا ہوں کہ چند روز کے لئے رخصت فرما

بعد حاصل ہونے مطلب کے شہر واقاف سے پھر خدمت میں حاضر
ہونگا از بسکہ آپکی عنایت میرے حال زار پر سزاوار ہی جو فرمایا گیا مجھے سب
قبول ہی دل سے بجا لاؤنگا اب دنانے پہنچنے کی تیر جو تم سے ہو سکے سو کرو
انشاء اللہ تعالیٰ اگر جیتا پھر ونگا پھر قدم دیکھو ونگا اور تمھارے ساتھ رحمہ اللہ وواج
بجلاؤنگا اور اپنے ملک میں لیجاؤنگا اور مہر انگیر سے اپنے بھائیوں کا انتقام
باقی عمر عیش و عشرت میں تمھارے ساتھ کاتوں گا جمیلہ بانوں نے جب دیکھا
کہ شاہزادہ کی طرح نہیں مانتا اور اپنی بہت سے باز نہین آتا تب ناچار شاہزادہ
اجازت رخصت دی اور بولی کہ تیر و کمان حضرت صالح پیغمبر علیہ السلام کی ور
ایک شمشیر آبر کہ جس کو عقرب سلیمانی کہتے ہیں کہ پادشاہوں کو مہینہ سکا
وصف یہ ہے کہ اگر کوہ پر بھی ماریے تو جیسے صابون سے تار گذرنا ہی پار ہو جاوے
اور ایک خنجر طہموسی حکیموں نے بڑی تدبیروں سے اسے بنایا ہی اور خاصیت
اوسکی یہ ہے کہ وہ جس کے پاس ہو اگر اوس پر کوئی ہزار سن کا بوجھا ڈال دے تو پسا
بھر بھی نہ معلوم ہوا اور کوئی اوس پر حریر کرے تو بدست مطلق اثر پذیر نہ ہو قیمت اوسکی
پایان نہیں رکھتی ہی یہ ہیں چیزیں تمھارے ساتھ دیتی ہوں انکو بحفاظت کام
اپنے پاس رکھو کہ سفر میں تمھارے بہت کام آؤنگی اور یہاں سے جس منزل میں
کہ تم پہنچو گے وہاں سے بغیر بدست ہونگے اوس ملک میں پہنچنا ممکن نہیں ہی کہ سو سٹے
کہ درمیان راہ واقاف کے سات دریا ہیں اگر تمام بادشاہ روئے زمین کے
اکتھے ہو وین تو بھی ہزار سال تک اوس کے ایک دریا سے عبور نہ کر سکیں شاہزادہ
پوچھا کہ ای خاتون مقام سیرغ کا کہان ہی اور میں کیونکر وہاں پہنچوں گا جمیلہ بولی کہ
ای ماہر زندگانی تو کچھ اندیشہ نہ کریں سب مقام کا پتا اور رکھنا بتا دیتی ہوں خدا کے
فضل سے تو جلد منزل مقصود میں پہنچیں گے یہ کہ ہر صندوق کھول عقرب سلیمانی

اور تیر و بھان وغیرہ شاہزادیکے آگے لاکھڑ کیا اور بولی کہ اب ذرہ متوجہ ہو اور کان
 لگا کر سن کہ ایک منزل پر پہاڑ سے ایک مکان ہے کہ اوسکو صفحہ زمین کہتے ہیں وہاں
 تجھکو ایک چشمہ ملیگا تو اوس جگہ پر منزل کھینچو اور وہاں شب کو بہت جانور آتے ہیں
 ان میں سے دو ایک جانور کو شکار کر لے پانے پاس رکھو جب ایک شیر قوی پھیل کہ
 قداوسکا اتنی ماتھے کا ہی اور وہ تمام شیر دن اور اوس جنگل کا پادشاہ ہی ہوگا
 تو بچو کہ ہو کر ولیانہ اوس کے نزدیک جا کر بادب سلام کر کے ایک رومال کہ
 میں تجھکو دیتی ہوں اوس سے اوسکا تمام وجود پاک و صاف کر کے وہ شکار کہ
 موجود کر لیا اس کے آگے دھڑکے دست بستہ ہو کھڑا رہو جب کہ شیر کھانے میں توجہ
 ہو تو سر نیچے کر دو زانو پٹھہ چھری سے اوسکو پارہ پارہ کر دو جب وہ کھائے
 فراغت کرے پھر اوس رومال سے اوسکا منہ ماتھے صاف کر دو جب وہ شیر
 تجھ پر بہت خوش ہو کر مہربانی فرما لیا اور اوسکی دہشت سے اور کئی جانور
 بھگوانہ ستائیکا باقی شب بخوشی و خرمی گزریگی اسی طرح تمام راہ شیر کی
 خدمت کرتا چلا جاتو دو تین منزل کے بعد پھر وہاں بھگوانہ اور اسہ ملیگا
 خبردار راہ چپ میں بجائیو دست راست کا راستا پکڑ لو آگے ایک قلعہ
 رنگینو کا کہ نام اوسکا خاموشی اور چالیس خوشخوار حبشی کہ ہر ایک ان میں سے
 پانچ ہزار رنگی کا سردار ہی اوس کے دروازے کی نگہبانی میں رہتے ہیں اور
 وہ قلعہ رنگینان مشہور ہی سردار و مانکا طرم طاق نام رکھتا ہی اگرچہ وہ بڑا
 خوشخوار ہی مگر اوس رومال اور شمشیر کی برکت سے وہ بھی تجھ پر مہربان نہیگا
 بہت الفت اور محبت کر لیا ایک دو دن وہاں رہ کر آگے جاتو پھر اوس منزل
 کے آگے سیرنگ کے مکان میں پہنچا خدا چاہے تو وہ بھی ان خیر و نیکی برکت سے
 تیری فرمان برداری کر لیا بلکہ اوس کے وسیلے سے تو ملک و قاف میں

پہنچیکا لاکن خبردار ہمارے کہنے سے سہموتفاوت کیجیو الغرض جبکہ ہمیں خاتون
سب طرح سے سمجھایا اور راہ بتا کر آگاہ کیا تب ایک گھوڑا پری زاد اوسکی
سواری کے لئے اصطبل سے منگوا یا شاہزادہ سوار ہو وہاں سے ملک و قاف
کو روانہ ہوا جمیلہ بانو اوسکے فراق سے بقرار ہو کر شاہزادے کی پیچھے چلی جب کہ
شاہزادہ تین کوس راہ طے کر چکا پھر کر کیا دیکھتا ہے کہ جمیلہ بانو بے اختیار
ساتھ چلی آتی ہے ناچار اوسے جگہ پر خاطر سے خاتون کی منزل کو اسباب نفل
اور نشاط کا موجود کر تمام رات باوہ نوشی میں بعبش و عشہ جمیلہ بانو کے
ساتھ کھاتی و رہتی سی تسلی دی صبح ہوتے خاتون کو مکان پر روانہ کہ آہ
منزل کی جمیلہ خاتون فراق سے شاہزادے کے یہاں تک بقرار ہوئی کہ سیلاب آئے
اضطراب کو دیکھ کر آب آب ہوا اور برق بیتاب

کہ دریا بہا چشم خونبار سے
کہ تھی زندگی اوسکے دل پر وبال
نہ تھا غم زاری اوسے اور کام
جدائی تماشا یہہ و گھبرا گئی
سدا باب اندوہ کو کھولنا
تن اپنے کی اوسکو خبر کچھ نہیں
کہے تو ہوائی سی منہ پر چھتے
فقط جی کا دھوکھا بند نہیں رہا

یہاں تک وہ روتی غم یار سے
غم بھر سے یہ ہوا اوس کا حال
ہوا خواب و خور اوسکے اوچرام
وہ صورت جو تھی گل سی مرجھا گئی
نہ ہنسنا کسی سے نہ کچھ بولنا
اگر شام کھانا کچھ نہیں
جلر سے سدا آہ اوسکے اوتھے
ذرا نام طاقت نہ تن میں رہا

ادھر تو جمیلہ خاتون شاہزادے کی جدائی سے اوس حال تباہ کہ پہنچی اور
ادھر شاہزادہ بمنزل بمنزل راہ طے کرتا ہوا صفحہ زمین پر جا پہنچا وہاں
دوراہہ ملا تب جمیلہ بانو کا کہنا شاہزادے کو یاد آیا اور وہیں مقام کرام

پھیلے ہوئے شکار کے آنے کا تھا کہ اتنے میں جب پہلیک رات
 گذری تھی سر جھکے جانور و مان آتے شاہزادینے کئی ایک جانوروں کو
 شکار کر لیا ہے پاس رکھ کر چھوڑا دوپہر ان کے وقت سب جانور اوس جنگل کے
 نکل گئے اور ایک شیر جس کا قد اسی ہاتھ کا تھا آپہنچا نہایت قبول صورت
 کہ کسی نے اپنی عمر میں نہیں دیکھا تھا تب شاہزادینے دلیرانہ نزدیک کے
 جا کر سلام کیا اور آداب بجالا کر عادی شیر بھی شاہزادے کے نزدیک آگیا شاہزادے
 فوراً اوسے رومال سے کہ جو خاتون نے دیا تھا منہ بہ ہاتھ شیر کا گرد و غبار
 سے جنگل کے پاک و صاف کر دیا اور وہ شکار جو کہ موجود رکھا تھا آگے
 دھڑکی سے تکتے تکتے کر سامنے رکھتا گیا شیر کھانے میں مشغول ہوا اور
 ہمراہ اوس کے جو شیر تھے سب ہر چار طرف سے حلقہ باندھ کر بیٹھے اور شاہزادہ
 دست بستہ استادہ تھا جب شیر نے کھانے سے فراغت پائی تب
 آگوش اوسکا اور شیروں نے نوش جان کیا شاہزادے نے پھر رومال سے
 منہ بہ ہاتھ شیر کا صاف کر دیا تب شیر نے شاہزادے کو کنار میں بیکر بہت
 سی تسلی دی اور فرمایا کہ اب تم بچو یہاں رہو اور ایک شیر کو شاہزادہ
 کی چوکی کے لئے رکھ کر چلا گیا غرض رات آرام سے گذری صبح کو اوس شیر
 نے بھی جنگل کی راہ لی

جسے مہمستان پہنچا شاہزادے کا قلعہ زنگبار پر اور جنگ
 ٹرنا زنگیوں سے اور مارا جانا طرم طاق بادشاہ کا شاہزادہ
 ہاتھ سے اور اوسکی لڑکی سے نکاح کر کے روانہ ہونا شہر قافلو

القسمہ شاہزادہ سجدہ شکر بناب الہی عین بجالا کر گھوڑے پر سوار ہو
 روانہ ہوا جب کہ نزدیک دورا بے کے پہنچا غور کرنے لگا کہ اب کس

راہ میں جانا مناسب ہے راہ چپ میں مخاطرہ بہت ہی بہتری کہ راہ راست
 میں جاؤں یہ بات تھان خدا کو یاد کر کے چلا جبکہ دو تین منزلین
 طمی کر چکا تب ایک قلعہ رفیع الشان کہ جس کے برجوں پر لوہے کے پتھر
 چڑھی ہوئیں اور جنگی سامان طرح طرح کا دیواروں پر موجود تھا نظر آیا
 جانا کہ وہاں سے پھرے لاکھ جو اندری سے بعید جا کر کہا جوسنی ہو سوسو
 غرض کہ رفتہ رفتہ اوس قلعے کے دروازے تک جا پہنچا عجیب قلعہ نظر آیا
 کہ پادشاہان روئے زمین نے کبھی خواب و خیال میں نہ دیکھا تھا رفعت
 میں آسمان کا ہمسرا و عظمت میں کوہ کے برابر اور اوس کے قریب ایک
 درخت عظیم الشان نہایت سایہ دار تھا شاہزادہ اوسی درخت کے نیچے
 گھوڑے کو باندھ کر آپ زین پوشن بچھا تفریح طبع کے لئے بیٹھا اوس قلعے کی دیوار
 کو دیکھ رہا تھا کہ ناگاہ قلعے سے کئی رنگی نمودار ہوتے اور شاہزادے کو دیکھ کر
 بہت خوش ہوا پس میں جی جا کر نہ لگے کہ آج بعد مدت کے آدم زاد وہاں آیا
 ہی ہمارے پادشاہ طرم طاق کو گوشت آدمی کا بہت مرغوب طبع ہی جاتے
 کہ اس جوان کو پکڑ کر اوس کے پاس لیجائیں یہ مصلحت کر دس بارہ رنگی شاہزادے
 کے نزدیک آکر اوس کے پکڑنے کا ارادہ کرنے لگے تب شاہزادے نے رنگیوں سے
 کہا کہ تم مجھے گس لے پکڑتے ہو رنگیوں نے کہا کہ تجھے اپنے پادشاہ کے پاس
 لیجائیں گے کہ در گوشت آدمی کا بڑی رغبت سے کھاتا ہی اس خدمت کی
 عوض وہ ہمارے انعام دیگا جب شاہزادے نے رنگیوں سے یہ سنا اور نوبت
 بجان دیکھی تب فوراً عقرب سلیمانی اپنی کمر سے گھسیٹ کر رنگیوں پر
 ہاتھ صاف کرنا شروع کیا اور دم بھر میں ایک ایک کو دشت عدم بفرست
 روانہ کیا اسی طرح جب بہت سے رنگی واصل جہنم ہوئے تب یہ خبر

طرم طاق کو پہنچی اوسنے چلماں نام ایک زنگی کو کہ اوسکے لشکر کا سپہ سالار
 اور بڑا اور آدھ تھا شاہزاد کی گرفتاری کے واسطے متعین کیا چلماں چار
 طرف سے زنگیوں کا لشکر ساتھ لئے مانند جوم زبور کے شاہزاد کے سر پر
 ملک الموت کی طرح پہنچا شاہزاد نے دیکھ کر کہا کہ خدا میرے سپہ سالار کا بیڑا
 کہاں سے آتی ہے کہ اسی سے میں چلماں نے شاہزاد کے نزدیک آکر کہا کہ
 اے شاہزاد کیا مقدور ہے کہ قدم اس سر زمین میں رکھے اور اسے زنگیوں
 برباد کرے شاہزاد نے جب یہ کلام سنا تو چلماں سے سناٹے سے عقوب
 سلیمانی کو کہ سے کھینچ نزدیک آسکے آیا اوس زنگی دیہ سیرتے جلد ز
 سے ایک گز گھما کر شاہزاد کے سر پر چلا باکہ جسکی دھماک سے زمین
 کانپنے لگی اور ہاتھ بڑھا کر شاہزاد کو بچا جس دہالیا اور چاناکہ اوسے
 بکڑ کر طرم طاق کے پاس لیجاوے شاہزاد نے اپنی کمر سے خنجر ٹھوس
 نکال بغل سے چلماں کے ناف پر ایسا کاری مارا کہ بھنڈا راکھل گیا
 اور زمین پر گر پڑا جب یہ خبر طرم طاق کو پہنچی غصے سے بہت فوج زنگی
 کی سواہ لیکر آ پہنچا اور بہتیرے زنگیوں کا سر کٹا ہوا دیکھ کر نہایت بھڑک ایا اور
 ارادہ لیا کہ شاہزاد کو بکڑ کر قلعے میں لیجاوے شاہزادہ جنگ سے
 زنگیوں کے کہ مانند موج کے تھے اور بعد مارے جانے ایک سے دس پید
 ہوتے تھے نہایت ماندہ ہو گیا تھا اوسوقت اوسے کچھ نہ پڑی کہ اس
 میں وہ شیر غیب وان کہ جسکی خدمت شاہزاد نے کی تھی بھاگ بکھر
 سے نکل نزاروان شیر سواہ لیکر زنگیوں کی طرف آیا زنگیوں نے جب لشکر شیر
 دیکھا تب دل میں اپنے کہا کہ یہ آدم زاد نہیں ہی بلکہ کوئی ہلاکتی کہ
 الہی سے مجھے پرمازل ہوئی ہے یہ لہکر جا کہ قلعے کے اندر لے گئے شاہزاد

رستم کی مانند گھیرے زنگیوں کے نکل کر ضرب شمشیر سے تمام زنگیوں کو
 خاک و خون میں گرا دیا اور ان کے خون سے میدان میں سیلاب بہا یا ناگاہ نظر
 شاہزادہ کی طرح طاق پر کہ بڑا ہی قوی ہو گیا تھا غیاثی قدا و سکا ستون
 کی مانند بلند تھا ایک گرز فولادی کا ندھے پر لٹے اور کئی تھپڑ تھپڑ
 اوٹھاتے قلعے کے اندر جاتا تھا تب دلہن کہا کہ خدا حافظ یہ بڑا ہی
 موذی ہی فوراً شاہزادے سے ڈور کر کہا کہ خبردار کہاں جاتا ہی ذرا کھڑا رہ
 جبکہ شاہزادہ کی لکار زنگی نے سنی کہا کہ انی قدا و خوش آمدی ایک ہی ضرب
 عمود سے تیرے بدن کی ڈھیان نرم اور دم بھر میں تیری سیلیان چکنا چور
 کر دے گا ہوں یہ کہہ کر پیرامین پر چڑھا اور وہ غالب تھا تب بھی جلد کیا اور
 گرز کو گھما کے شاہزادے پر پڑا شاہزادے نے گھوڑے کو اس طرح کا دایا کہ گرز
 کی ہوا بھی اس کے بدن سے نہ لگی اور مطلق ضرب سے سروکار نہ رہا اور گرز
 ہاتھ سے اس کے چھوٹ گرز زمین پر گرز پر اطم طاق نے معلوم کیا کہ آواز
 گرز کی ضرب سے پویند زمین ہو گیا ہو گا اس لیے اس کی تلاش میں زمین کو
 گھوڑے لگا اور کہتا تھا کہ انی آدمی زرا و کہاں ہی اور کیا خیال رکھتا ہی
 اس عرصے میں شاہزادہ دوسری طرف سے گھوڑے کو کاوا دیکر اس کے
 سامنے آیا اطم طاق نے دیکھا کہ شاہزادہ تو زندہ ہی پوچھا کہ اوں خرم
 حستوں سے تو کہو نکر جان برہو اگر کوہ بھی ہوتا تو وہ بھی ریزہ ریزہ ہوتا
 شاہزادے نے جواب دیا کہ حق تعالیٰ نے مجھ کو تیرے ضرب سے بچا یا یہ سبک
 اوستے چاہا کہ پیر گرز کو اوٹھا وے اور شاہزادے پر مارے شاہزادے
 فرصت پا کر محقر سیلانی کو نکال رہا وں ہلاے سیاہ کے ایسا مارا
 کہ ایک بار بھی جسم کو پہنچا

کہ بہنے لگا خون بیاں میں	لڑا اس طرح وہ میدان میں
دم تیغ تھا جسے صابن پہ تار	زمین خون رنگی ہے تھی لہ زار
وہاں خون کا فوارہ اوشے جا	جہاں جلی گردن پہ خنجر دھرا
ہوا پار سینے سے اوسکے دو صفا	لگا یا جسے تیر خارا شکاف

غرض شیر ونگا پادشاہ جو مدد کو آیا تھا شاہزادہ کی جو انخروی دیکھ کر بہت
 خشمین اور آفرین کرنے لگا اور شاہزادہ نے پھر اوسے رو مال سے شیر کا منہ
 اور بدن صاف کر دیا شیر شاہزادہ کو ہمراہ لیکر قلعے کے اندر گیا وہاں ایک
 باغ پاکیزہ کہ باغ فردوس سے بھی سبز و خرم تھا دیکھا القصد شاہزادے کی
 طبیعت دیکھنے سے اوس باغ کے نہایت شاد ہوئی طہر طاقت لگی کہ ملاحظہ
 جسے چہرے کی نمک پاش زخم جگر عشاق تھی وہاں نظر پڑی شاہزادہ کو شیر
 کے ہمراہ دیکھ کر اوتھہ کھڑی ہوئی تعظیم کر کے قدم بوس ہوتی اور تخت پر بیٹھا یا
 اسباب کھانے پینے کا حاضر کیا بعد ازاں اوس جشن نے شاہزادہ سے کلمہ حمیدی
 سیکھا اور دین اسلام قبول کیا پھر بولی کہ آی شاہزادہ سے میں آج سے
 تیری پرستاری میں حاضر ہوں ہرگز تجھ سے جدا نہ ہوگی اب جہاں تو جاوے گا
 وہاں تیرے ساتھ چلوں گی تب شاہزادہ نے کہا کہ آی مایہ زندگانی میں ہم
 عظیم درپیش رکھتا ہوں جب شہر واقعات سے پھر ونگا تب تجھ کو ہمراہ
 اپنے شہر میں لجاؤنگا میرے پھر آنے تک تو اپنے باپ کے تخت پر سلطنت کر
 اور ملک کی خبر داری میں مصروف رہ اور اوسکی حفاظت کے لیے ایک شیر
 کی اجازت چوکی میں رہنے کے واسطے اوس شیر وں کے شہنشاہ سے چاہی
 شیر نے قبول کیا تب شاہزادہ ایک گھڑا رنگی کے طویلے سے موافق
 پسند کھول کر اوس پر سوار ہوا وہاں سے روانہ ہوا ۴ ۴ ۴

ساتویں داستان پہنچے میں شاہزادے کے سیمرغ کے مکان پر
اور مارا جانا اژدہ سے خونخوار کا ہاتھ سے شاہزادے اور چانا
سیمرغ کے چوکواژدہ سے اور سیمرغ کی امداد سے ملک وفاقہ میں پہنچا

غرض دو تین مہینے کی راہ طے کر چکا تھا کہ ایک میدان باغ بہشت سا نظر آیا کہ
طرح طرح کے گل و سمن کھلے ہوئے ہوتے گل سے مشام معطر اور نسیم مشکینہ
سے دماغ مغربہ لہلہا ہوا لالہ ڈھرایا ہوا قمری کی آواز موزوں سے سرو
تحسین کے لئے جنبش میں تھا اور بلبلوں کی صفیر سنجی سے غنچہ ساتھ گل کے آئینہ
میں نہرین و مانکی نرلال کو ترکان شان اور اسکے چشموں سے آب مصفا
روان شاہزادہ دیکھنے سے اس صحرا کے متعجب ہو کر ایک درخت کے نیچے
کہ بہت بلند تھا بیٹھا اس درخت رنگارنگ پھول اور پھل لگے تھے
اور ایک حوض سنگ مرمر کا بہت لطافت سے بنایا ہوا پانی اوسکا
ایک طرف سے اگر دوسری طرف سے نکل جاتا تھا شاہزادے کو مشاہدے
اون چیزوں کے یاد آیا کہ جمیل بانو نے جوشن سیمرغ کے مکان کا بتایا تھا شاید
یہی ہوگا تب گھوڑے پر سے اتر کر اسے چرائی کے لئے چھوڑ دیا اور
آپ حوض میں اتر غسل کر اسباب کھانے کا جو کہ موجود تھا نوش جان
فرمایا اور اس درخت کے سایہ میں باسودگی تمام آرام فرمایا ماندگی کے
سبب غافل سو گیا ناگاہ گھوڑا شاہزادے کا ہنہناتا اور شور مچاتا ہوا
ہو شاہزادے بالین پر آیا اور تاپنے لگا اوسکی آواز سے یکایک شاہزادے
کی آنکھ کھل گئی دیکھا کہ ایک اژدہ پہاڑ کی مانند سر اٹھائے ہوئے اور
شکم کو زمین پر ملتا ہوا چلا آتا ہی بڑے بڑے پتھر جو اس کے نیچے آتے ہیں
پسکر سرما ہو جاتے ہیں نہایت ناک ہو کر اسحق پیغمبر کی کمان جو اسکے پاس

تھی قربان سے نکال کر اور ترکش سے ایک تیر لے چلے پر چڑھا چپ لگائے گھات میں بیٹھا جبکہ اژدہا پھن اٹھائے ہوئے نزدیک درخت کے آہنچا اور چاہا کہ اوس درخت پر جاوے شاہزادے نے نشانہ کر کے ایسا تیر کاری لگایا کہ ایک ہی تیر کے کچھ اُسکا مجروح ہو گیا تب غصے سے اپنے سر کو زمین پر پٹکے لگا بعد ایک ساعت کے شعلہ آتش کا اُس کے تہہ لٹکا کہ جبکی روشنی سے سارا میدان روشن اور گرم ہو گیا اور اوسی حالت غصہ میں شاہزادے کی طرف متوجہ ہو کر چاہا کہ اپنے دم کے ساتھ شاہزادہ کو بھی کھینچے مگر شاہزادے نے اُپکوار کے دم کے حصار سے الگ لٹکالا اور جو اندری سے اور بھی ایک تیر اُس کے گلے پر مارا پر وہ تیر کاری لگا تب شمشیر نکال کر اللہ اکبر پڑھ ایک ہی ضرب میں اُس موذی کا کام تمام کیا شاہزادہ زہر کی حرارت سے بیہوش ہو گیا بعد دو چار ساعت کے ہوش میں آکر اپنا تمام بدن خون سے آلودہ دیکھ کر سجدات شکر پروردگار کی درگاہ میں بجالایا اور حوض میں اتر کر غسل کیا سارا بدن خون سے صاف کر کے کچھ ناشتا کر لب حوض جا بیٹھا اور دیکھا کہ اوسی درخت پر سیمرغ کا آشیانہ ہی اُس کے بچے کے پاس سے سر نکال کر اژدہا کی لڑائی دیکھ چکے تھے پر بھوکھ کے مارے بلبلا تے اور شور مچاتے تھے شاہزادے نے اوسی گوشت کو ریزہ ریزہ کر تمام اون بچوں کو کھلا دیا بچے گوشت کھا کر آسودہ ہو سو گئے اور شاہزادہ بھی ہانگی کے سبب حوض کے کنارے پر غافل سو گیا اوسی عرصے میں جوڑا سیمرغ کا جو طعم کی تلاش کو گیا تھا آہنچا لپٹ کر بچوں کی آواز نہ پا کر سیمرغ نہ سوچا کہ یہ جوان جو سویا ہی ہی ہمارے بچوں کو ہمارے کھا گیا ہی اور اسی طرح سے ہمیشہ اگر ہم کو سنا تا ہی آج اس کو ہلاک کرنا

مناسب ہی یہ خیال کر کے کئی ہزار من کا پتھر ہاڑ سے جنگل میں اوتھالا یا
 اور چاہتا تھا کہ شاہزادے پر چھوڑ دے کہ مادہ سیمرغ کی بولی پہلے اپنے گھر میں
 بچہ نکودیکھو بعد اوسکے کیسے مارنے کا قصد کروا کہ ایک بیگناہ کو خون کرنا قیامت
 میں گرفتار عذاب ہونا ہی یہ بات سیمرغ کو بہت پسند آئی اپنے گھونسلے میں
 گھسائی دیکھا کہ بچہ سب چین سے سوتے ہیں مگر سیمرغ کے جاتے ہی جاگ
 اٹھے اور تمام احوال اژدہ کی لڑائی کا شاہزادے کے ساتھ اور گوشت کھانا
 بیان کر کے کہا زہار آپ اوسکو ہلاک نہ کیجئے اوسنے ہماری جان بچائی
 ہی جبکہ سیمرغ نے چونکی زبان شاہزادے کو مہربانی کی حقیقت سنی اوسکی
 ہمت اور شجاعت پر ہزار تحسین و آفرین کر کے دل میں کہا کہ اس
 جوان نے ہم پر بڑا احسان کیا ہی مناسب ہی کہ میں بھی اوسکے عوض
 نیکی کروں یہ کہہ کر درخت سے نیچے اتر کر شاہزادے کے نزدیک آیا اور اپنے
 پیروں سے شاہزادے پر سایہ کئے بیٹھا راج شاہزادہ خواب کے بیدار
 ہوا تب نہایت شفقت سے استفسار حال کیا کہ تجھ پر ایسی کون مہم
 مشکل پڑی ہے کہ جسکے لئے تو یہاں تک آیا کہ جہاں انسان و حیوان کی طاقت
 نہیں لیکن تو نے مجھ پر بڑا احسان کیا ہے کہ میرے بچہ کو ایسے دشمن
 خونخوار کے ہاتھ سے بچا یا ہے اب تیرا مطلب کیا ہے بیان کر کہ اُسکے ہمارے
 کرنے میں کوشش کروں شاہزادے نے تمام سرگزشت اور مطلب سیمرغ
 سے شہر حواریاں گئے تب سیمرغ نے کہا کہ اے شاہزادے لازم ہے کہ تو
 چند روز یہاں توقف کرے اور اسباب سفر اور زاد راہ جو میں تجھے
 ہٹاؤں بہم پہنچاؤں پھر کہیں چلنے کی تدبیر ہوگی شاہزادے نے کہا آپ جلد
 فرمائیے کہ میں طیارے کروں سیمرغ نے کہا کہ اے جوان یہاں گور خیز بہت

آتے ہیں تو انہیں سے دو چار کو شکار کر کے اونکے گوشت کا کباب اور پوسٹ
کی مشک بنا کر پانی سے بھر کے ہمراہ رکھ لے جبکہ میں اپنے بازو پر تھک سوار
کر کے عبور دریا کرونگا تب محنت سے بہت ناتوان ہو جاؤنگا اسوقت وہی
کباب اور پانی تھک دیا کیجو اسطرح سے سات دریا پار ہو کر شہر واقاف میں
پہنچونگا شاہزادے نے جلدی سے سیرغ کے کہنے کے بموجب سات گور ختر شکار
کئے اور کئی مشکین پانی سے بھریں اور زار و راہ طیار کر کے سیرغ سے اظہار
کیا تب سیرغ نے کہا تو مجھ پر سوار ہو اور ایک دریا پار ہونے کے بعد اسطرح
کھانیکو دیکھو تب شاہزادہ تو نے سمیت سیرغ پر سوار ہو کر شہر واقاف کو
روانہ ہوا جب ایک دریا سے گزر کر خشکی پر پہنچا تب سیرغ کو بھی کباب کھلا
اور پانی پلا غرض تھوڑے دنوں میں اسطرح ساتوں دریا پار ہو کر شہر
واقاف میں جا پہنچا تب سیرغ شاہزادے سے بولا کہ اے شاہزادے تو نے
جو احسان مجھ پر کیا ہے تمام زندگی میں اوسکا بدلہ ادا نہ کر سکوں گا اور میں نے
تجھ کو اپنا فرزند کہا ہے اس واسطے اتنی محنت اوتھا کر یہاں تک آیا یہاں سے
شہر واقاف کو راستا جاتا ہے اب سے کئی پر جو میں تھکوں بازو سے نکال کر
دیتا ہوں اپنے پاس رکھ جسوقت کہ تجھ پر کوئی گاڑھ پڑے یا کوئی
مشکل کام پیش آوے تب اسکو اگیہ رکھ کر چلائیو فوراً میں اپنی فوج کو ہمراہ
لیکر تیرے پاس حاضر ہوں گا یہ کہہ کر ایک دانہ مروارید بے بہا
شاہزادے کو دے کر سیرغ اوس مقام سے رخصت ہوا

اتھوین داستان پہنچنا شاہزادے کا شہر واقاف میں
اور ملاقی ہونا فرخ فال سے اور فائز ہونا صنوبر شاہ سے
خدمت میں آنے سے پہلے سے اور صنوبر شاہ شاہزادے

اور تحقیق کرتا صنوبر شاہ سے ماجرا گل کا

القصة شاہزادینے شہر واقاف کا رستا پکڑا جبکہ دو تین منزلن راہ کی
طی کر چکا تب دور سے ایک بڑا حصار نظر آیا بعد تین روز کے اوس
قلعے کے دروازہ پہنچا اور خدا کو یاد کر اوس کے اندر جا کر کوچہ و بازار اور شہر میں
گشت کرنے لگا اور اوسکی راستگی دیکھ کر قیامت سے معلوم کیا کہ شہر
واقاف کا قلعہ یہی تھا مگر یہ سوال مہر انگیز کا جو مانند الہام غیبی کے ہی گئے تھے
اور کشف اسرار کیونکر ہو سکی فکر کر رہا تھا کہ یکا یک ایک جوان سے کہ نام اسکا
فرخ فال تھا ملاقات ہوئی شاہزادینے اوس سے خوب لگات کر کے یہاں
دوستی ہم پہنچائی کہ اگر وہ ایک گھڑی شاہزادے کو نہ دیکھتا بیقرار رہ جاتا القصة انکو روز
شاہزادے نے بات بات میں پوچھا اسی بار گل با صنوبر بچہ کروا کر اسکی حقیقت
سے تو کچھ واقف ہی تو مجھ سے بیان کر جو ان اس بات کے سنتے ہی غصے
سے عرق ہو گیا اور چشم غضب سے شاہزادے پر نظر کر کے بولا کہ اگر میرے
ساتھ راہیہ دوستی نہ ہوتا تو ابھی تیرا سر تن سے جدا کر ڈالتا شاہزادینے اس بات
سے نہایت خوف کھایا اور دریافت فرمایا کہ یہ جوان اوس رازنمائی
سے واقف ہی تب شاہزادینے کہا کہ ابی یار میرے قتل سے تجھ کو کیا فائدہ
ہوگا اگر کچھ فائدہ ہو تو میں حاضر ہوں لیکن پہلے اوس راز سے واقف کر
کہ جی میں ارمان باقی نہ رہے اوس جوان نے شاہزادے کو مشتاق دیکھ کر
کہا کہ خیر کسی وقت کہو نگا تب شاہزادے نے نظر وقت رہا کہ دیکھتے کس وقت
مجھ کو اس ماجرا سے بے فکر کرے کہ جیکو آرام اوسے غرض ایک روز شاہزادے
نہایت آرزو مند دیکھ کر کہا ابی شاہزادے صنوبر اس شہر کا پادشاہ
ہے اور گل پادشاہ کی گمان نام ہی مجھ کو اتنا ہی معلوم ہی لیکن گل با صنوبر

چہ کرداؤ سے کچھ مطیع نہیں ہوں اور بادشاہ نے تمام شہر میں یہ حکم
 دیا ہی کہ جو کوئی مسافر گل کا نام اور ہماری حالت پوچھے فوراً اسکو قتل
 کر ڈالو میں نے پاس محبت تجھکو چشم خالی کی پر اوس رازنہاں سے
 سوائے پادشاہ کے دوسرا کوئی واقف نہیں ہی انشاء اللہ تجھکو بادشاہ کے
 حضور میں لیجاتا ہوں اور سوقت یہ عقدہ مشکل تجھ پر حل ہو جائیگا
 وہ جوان دانا کہ نزدیک پادشاہ کے قدر و منزلت رکھتا تھا ایک دن شاہزادہ کو
 اپنے ساتھ حضور میں لے گیا اور عرض کی کہ جہاں پناہ یہ مرد مسافر راہ دور و دراز
 سے آپکی نیکنامی اور غربا پروریکا آوازہ سنے پر ورشکی امید سے حضور میں حاضر
 ہو کر امیدوار سے فریادی کا ہی بادشاہ نے اسکی صورت اور وجاہت کو
 دیکھ کر بہت خوش ہو حاضر باہشی کا حکم فرمایا تب شاہزادہ نے وہی دانہ مروارید
 کا کہ سیرغ نے دیا تھا بطریق نذر تسلیمات بجا لاکر بادشاہ کو دیا بادشاہ اسے
 موزے پہاڑے پانے سے کہ تمام پادشاہت جسکی قیمت تھی اور بڑے بڑے بادشاہوں
 کیسے نہ تھا بہت خوش ہو شاہزادے سے پوچھنے لگا کہ یہ دانہ مروارید کا تو کہاں سے
 لایا اور سوقت شاہزادہ نے دروغ صلیحت آمیز کے سوائے اور کچھ چارہ نہ دیکھ کر
 کہا ای بادشاہ میں قوم کا تاجر ہوں اور سوداگری میرا پیشہ ہی بہت سامانی
 اس قسم کا اپنے وطن سے لیکر حضور میں حاضر ہونیکا ارادہ کر کے چلا تھا کہ
 راہ میں ایک قلعہ رنگیو کا نظر آیا جب میں اسکے اندر گیا اون کا قدر
 رنگیوں نے میرا تمام مال و متاع لوٹ لیا یہاں تک ستم کیا کہ پانی پینے کے لئے
 ایک پیالہ بھی نہ چھوڑا علیہ یہ ہوئی کہ فدوی حضور میں نذر لایا ہی باز ویر نہ دھا تھا
 اس سبب سے اونھیں نظر نہ آیا اور میرے پاس رہ گیا تب صنوبر شاہ نے
 شاہزادے کے حال پر اور بھی نوازش فرمائی اور اسباب خور و نوش موجود کیا

رسم بھانداری مغرب نوازی جیسا چاہئے بجالایا اور شاہزادہ کیلوانا دوست
 بنایا یہاں تک کہ اگر ایک روز شاہزادہ کو نہ دیکھتا بیقرار ہو جاتا اور بے چین رہتا
 القصہ ایک روز بادشاہ نے شاہزادے سے پوچھا کہ ایدوست جو آرزو کہ
 تیرے دل میں ہے ظاہر کر کہ میں اسکو بخوبی انجام کرونگا تب شاہزادے نے
 کہا کہ ایسا وقت پھر کب ہاتھ آوے گا مناسب اور مصلحت یہی کہ اپنے مطلب
 کو خلوت میں اظہار کروں تب شاہزادے نے عرض کیا کہ جہاں پناہ میں اپنا
 احوال خلوت میں عرض کرونگا صنوبر شاہ اوسوقت دربار عام سے
 اٹھ کر خلوت خانہ میں تشریف فرما ہوئے اور شاہزادے سے کہا کہ اب
 اپنا احوال بیان کر تب شاہزادے نے عرض کیا کہ اگر میری جان بخشی ہو تو
 مافی الضمیر بیان کروں بادشاہ نے فرمایا کہ جاتیسری جان بخشی کی
 تب شاہزادے نے آواز بجا لائی کہ اب ای جہاں پناہ میں نے کسی کی
 زبانی سنا ہے کہ گل با صنوبر چہ کر دوسی دے اس احوال کے دریافت
 کرنے کے لئے بہت سی خرابیاں اور مصیبتیں کھینچتا ہوا یہاں تک پہنچا اور شرف
 ملازمت سے بہرہ ور ہوا اور حضور پر نور کے دیدار سے کامیاب اب امید
 ہوں کہ اوسکی حقیقت سے اس مسافر کو سفر فرما فرمائیے شاہ صنوبر اس
 کلام کے سنتے ہی پر کالہ آتش ہو گیا اور بولا ابھی تیرا سترن سے جدا کر دیتا
 مگر کیا کروں پہلے حکم جان بخشی کا دے چکا ہوں اس سبب سے مجبور ہوں
 پر کچھ بھی مناسب ہی کہ اس خیال محال سے باز رہے کس واسطے کہ ہم راز
 مخفی قابل کہنے کے نہیں ہیں تب شاہزادے نے عرض کیا کہ اگر نوازش اور کرم
 بادشاہی مجھ مسافر پر مبذول ہی تو ارشاد کرنا اس حقیقت کا لازم ہی کہ
 کہ خود جہاں پناہ حکم کر کے میں کہ جو کچھ ارادہ رکھتا عرض کر ائی بادشاہ ناگوار نہ ہو

سافر ہوا اوسکے اور کچھ مطلب نہیں رکھتا شاہزادیکے کلام سے بادشاہ نے
 ناپ ہو سولے بیان کر سکے اور چارہ نہ دیکھا اور خاموش ہو رہا اتفاقاً ایک روز
 محفل جشن آراستہ ہوئی اور وہاں چرچا کانے بجائیکا اور شغل فی نوشی کا ہوا
 ساقیان گلرخ رملورین پیالوں میں رنگین شرابیں بھر کر پلانے لگے اور پیرایان
 لالہ عذارئی نئی تانین دلکش سنانے بادشاہ نشے سے شراب کے سرشار تھا
 کہ اسی حالت میں ایک پیالہ شراب سے بھر کر شاہزادیکو دیا شاہزادہ
 آداب بجالایا اور دست مبارک سے پیالہ لیکر پینے لگا غرض آپس میں
 باہم بادہ پیمائی کرنے لگے جبکہ نشے نے خوب ہی طوع کیا شاہزادے نے بے حجاب
 ہو ایک ستارا اٹھالیا اور تاروں کو ملا لئی کتین ایسی بجائیں کہ اہل محفل
 بخود ہو گئے اور ہم غزل پردر داسطرح سے گائی کہ سنے والوں کے دم پھٹ گئے و غزل

نشر عشق لگا جس سے یہ ہو چکا
 شرم سے تیری عرق ای مرے گلہ چکا
 اولی سامری مرگان کا ہو چکا
 ابرغسیان کی طرح ہر بن گیسو چکا
 پکے چھوڑے کی طرح جب دل بد خو چکا

یہہ بجا لو کہ مری آنکھوں سے آنسو چکا
 صبر دم قطعہ شبنم نہیں تیکے گل سے
 سب وصل اوسکی جویا دانی مجھے کلکی را
 تو نے بالون کو چھوڑا جو نہانے ظالم
 برہمن عشق بتانکی ہوئی لذت معلوم

تب بادشاہ نے شاہزادیکو نزدیک بلا کر کہا کہ تیرے گلے بجانے سے ہم
 بہت خوش ہوئے اب تجھ کو جو کچھ درکار ہو طلب کے میں دیتا ہوں تب
 شاہزادے نے کہا ای جہان پناہ سوائے اوس سوال کے میرا اور کچھ مطلب نہیں
 تب بادشاہ نے لاچار ہو کر فرمایا کہ اسی سافر تو پہلے میرے ساتھ میرا اور
 کہ جب یہہ احوال تمام و کمال حسن چلے تو میں تمہارے کائنات والوں کو
 کہا کہ جہان پناہ سلامت یہہ تمہارے جہان پناہ کے جہان پناہ کے

نویں داستان بیان کرنا صنوبر شاہ کا گل کی ملاقات کا
ماجرہ اور دکھانا حال تباہ گل اور رنگی کا شاہزادے کو

القصہ ایک روز صنوبر شاہ نے شاہزادے سے کہا کہ اے عزیز کیون ب
اپنی زندگانی کو برباد کرنا ہی اب بھی واجب ہے کہ اس خیال فاسد سے باز
رہے پر شاہزادے نے کسی طرح سے غانا روایت کرنے والے نے اخبار کے اور
بیان کر کے والے نے قصے کے یوں بیان کیا ہی کہ شاہزادے کی خاطر سے صنوبر شاہ
نے نوکر و نیکو حکم کیا کہ وہ کتا کہ جسکی گردن میں طوق مرصع پڑا لاکر حاضر کوئی دورے
جو ہمیشہ اوس گتے کی خدمت میں حاضر رہتے تھے بڑے تکلف سے لے آئے
ایک سندر رفت کی اوسکے لئے بچھائی گئی پھر کئی لونڈیاں بھی اگر حاضر ہوئیں
اور ایک رنڈی جو بصورت نازک بدن دست و پا بستہ طوق و زنجیر سے مقید
کہ بارہ رنگیوں کے پہر میں تھی حضور میں آئی اور ایک طشت نہایت مکروہ
کہ جسم میں ایک رنگی کا سر دھرتا تھا خدمتگاروں نے اوس رنڈیکے سامنے
لا رکھا کہ جسکے دیکھنے سے جان قالب سے مفارقت کرتی تھی پھر پادشاہ نے
خاصہ لائیکا حکم کیا بکاؤل باورچی خانہ پادشاہی کا انواع و اقسام کی لطیف و
لذیذ غذا میں لے آیا اور اوس گتے کے سامنے دسترخوان چن و یا جب و
گنا خوب کھا کر آسودہ ہوا تب اوسکا پس خوردہ اوس رنڈی کے آگے ایک
طشت مکروہ میں لا رکھا جب وہ کئی نوالہ کھا چکی تب پادشاہ نے اوسکے ایک
لکڑی رنگی کے سر پر ایسے زور سے ماری کہ کئی قطرے خونکے اوسکے سر سے ٹپک
پڑے سو خدمتگاروں نے بزور اوس رنڈیکو چتا دئے بعد ازاں پادشاہ
نے کہا کہ اسی شخص اب تو اس ماجرا سے واقف ہوا مناسب ہی کہ سر تیرا
بموجب اقرار کے تن سے جدا کروں تب شاہزادہ بولا کہ حضرت آپکی تفضلاً

یہہ تماشا دیکھنے میں آیا مگر حقیقت حال سے واقف نہ ہوا تب پادشاہ احوال کے
 بیان کرنے میں متوجہ ہوا اوس بیان میں وہ رنڈی دست و پا بستہ رو اٹھی
 پر جو آنسو اسکی آنکھوں سے ٹپکتا تھا موتی ہو جاتا تھا اور نوکر پادشاہ کو لا دیتے تھے بعد
 ایک لمحے کے سنس پڑی ہنسے کے ساتھ ہی کئی ایک پھول جھڑپڑے وہ بھی
 خدشہ گزار تھا لائے پادشاہ نے فرمایا کہ اچھی طرح رکھ دو پھر ہزار یکطرف قتل کا اشارہ
 شاہزادینے کہا کہ تمام احوال سے پہلے واقف کیجے بعد اوسکے جو مرضی مبارک ہو
 حاضر ہوں پادشاہ نے کہا ای مرد مسافر یہ عورت جو کہ زنجیر سے بندھی ہوئی ہے
 اوسی نام گل ہی اور سیرانام صنوبر کہ اس ملک کا پادشاہ ہوں تب شاہزادے
 پوچھا کہ جہان نیا اپنے کس طرح سے اوسکو حاصل کیا اوسوقت پادشاہ نے کہا
 کہ ای شاہزادے ایک روز میں شکار کے لئے شہر سے باہر گیا تھا میدان میں مجھ پر
 بہت تشنگی غالب ہوئی پانی کے جنت و جوین ہر ایک طرف پھرتا رہا آخر میں
 ہزار ترود ایک چاہ تیرہ وناظر آیا شکر پروردگار بجالایا مگر مارے بھوک اور پیاسے
 طاقت جسم میں باقی نہ تھی اور وہ چاہ بھی ایسے جنگل میں تھا کہ وہاں نہ انسانی
 کیا مجال بلکہ زندہ بھی نہیں مار سکتا تھا جیون تیون اوس کوئے کے کنارے
 جا پہنچا کلاہ کی ڈولچی اور دستار کی ڈوری بنا کر پانی کی امید سے کوئے میں لٹکائی
 تماشے کی بات ہی کہ ڈور کوئے اٹک گئی ہزار تندرید کرتا مگر وہ ہرگز نہ کھچی لاچار طاقت
 تشنگی کی نہ لاکھ یون پکارا کہ خدا کی واسطے جس بزرگ نے اس چاہ کے اندر مقام
 کیا ہی مجھ سے شہنشاہ لب پر رحم کر کے اس ڈول کو چھوڑ دے کہ مارے پیاسے دم
 بند ہوا جاتا ہی اور کلیجہ منہ کو آتا ہی کسو واسطے غیب خستہ خاطر پیاسے بھوکے پر
 روا و اظلم ہوئے بن غرض بہت گریہ وزاری کرنے کے بعد ایک آواز چاہ سے میرے
 کان میں آئی کہ ای بندہ خدا ہم مٹاؤں اس چاہ میں پڑے سے ہلاک ہوئے ہیں

واسطے اعد کے ہکو یہاں سے نکال کہ زندگی سے موت بہتر ہی ہمارے نکالنے سے
 ثواب دارین حاصل ہوگا تب ناچار ہو بہتر تردد و محنت باہر نکال دیکھا
 عورتیں ضعیفہ اندھی مین قد آنھو نکال کمان کی طرح خمیدہ ہی اور سر اسر ماتھہ پاٹوں
 سوکھ کر تیر سے ہو گئے مین بدن مانند خاک تو دیکے مارے لاغی کے چھن گیا ہی
 آنکھیں دھس گئیں مین اور دانت جھڑ گئے مین سر پل رہا ہی قدم آٹھا
 ڈگمگاتے مین سر کے سارے بال دھنی ہوئی روئی کی طرح سپید نہایت ضعف و
 ناتوانی کے سبب زندگی سے نا امید سارے بدن مین جھڑ بان پڑی ہو مین سر
 سا مھنے کھڑی ہو مین یہہ حال دیکھ کر مین نے پوچھا کہ سبب تمھارے اس
 ہو گیا اس چاہ مین کیا تھا اون عورتوں نے کہا کہ ای جوان مسافر یہاں کے بادشاہ
 نے غصہ کر کے ہکو اندھا بنا کر اس چاہ مین دلوادیا تھا اب حق تعالیٰ نے تجھ کو
 سبھا کی طرح بہا تک پہنچا یا ہی پر ہم تجھ کو ایک دو بتلاوین تو وہ لاکر ہماری آنکھوں
 لگاوے کہ فوراً آنکھیں ہماری بدستور روشن ہو جائیں گیں تجھ کو بڑا ثواب ہوگا
 اور بعد چنگے ہونیکے اوسکے بدلے ہم تیری خدمت سے قائم نہونگی اور تیرے مقصد
 دلی جلد حاصل کر دینگی تب مین نے پوچھا کہ کہو تمھاری آنکھ کی کیا دوا ہی
 اونھوں نے کہا کہ ای بابا یہاں سے تھوڑی دور پر ایک دریا سے بے کناری
 اوسکے کنارے پر ایک گائے چرائی کے لئے نت آتی ہی اگر تو سرگین اوسکا
 لاکر ہماری آنکھوں مین لگاوے تو ابھی ہماری آنکھیں اچھی ہو جائیں مگر وہ گائے
 جسوقت آویگی تو آپکو اوسکی نظر سے اوجھل رکھو کیونکہ اگر تجھے دیکھنے پائیگی تو
 ہلاک کر ڈالیں گی ای مسافر مین اون نابیناؤں سے یہہ بات سن کر دریائی
 طرف روانہ ہوا تھوڑے عرصے مین اوس پتے پر جا پہنچا دیکھا کہ حق
 ایک گائے روپے کے پہاڑ کی مانند قد اور بڑی شہ نہور کہ شیر کا پٹا جسکے

دیکھے سے پانی ہو جاے دریا سے نکل آئی اور کنارے پر چرنے لگی تب
 میں نے جلد آنکھوں اور اسکی نظر سے چھپایا جسوقت وہ گائے چرائی کر کے دریا
 کے اندر گئی اسوقت میں سرگین اور سکا لیکر روانہ ہوا اور اوسے کوٹے کے
 کنارے پہنچا وہ سرگین اور نہونکے حوالہ کیا اور نہون نے جونہیں آنکھیں
 لگایا وہیں بیٹا ہو گئیں اور ادھر ادھر دیکھنے لگیں شکر خدا کا بچا لاکر سیری
 جو اندری پر آفرین کرنے لگیں اور بولیں کہ اسی مسافر یہاں پر یونکے بادشاہ کا مقنا
 ہی اور اوسکی ایک بیٹی نہایت خوش جمال و حجبہ خصال کہ جسکے کھڑکے
 سامنے آفتاب بیتاب اور دل ماہ اوسکے نظارے سے کباب لب شیریں
 اوسکے لعل رمانی اور گلبرگ بستانی پر خندہ زن ایک بوسہ اوسکا علاج
 ہزار رنج و محن آنکھیں شراب سستی سے سرشار رخسار و نکی لطافت گل
 و سرین کی بہار اگر ہم تجھ کو اوس مکان پہنچاؤں تو تو اوسکے دیکھنے کے سبب
 عاشق ہو جائیگا اور اوسکے بابا بھی اوسپر فریغتہ ہو رہے ہیں کہ ہر دم چٹکی
 سے لگائے رہتے ہیں ایک دم نظر سے غائب ہونے نہیں دیتے ہر روز نور کے
 تر کے بستر سے اوجھ کر اوسکے جمال کو مشاہدہ کرتے ہیں ہم تجھ کو اوسکے
 پاس لیجاتے ہیں خوشی و خورمی عیش و عشرت کی جو خدا نخواستہ اگر اوسکے
 بابا پتیری ہم صحبت کی خبر پاؤں تو اوسیدم تجھ کو آگ میں ڈالنے کا
 کریکے اسوقت تو کہیو کہ اگرچہ بندہ گنہگار کحق میں یہہ سزا واجب ہی اور
 سزاوار عقوبت کا ہوں مگر یہہ امید رکھتا ہوں کہ تھوڑا سا روغن میرے بدن
 میں مالش کر کے مجھ کو آگ میں ڈالو کہ اوسکے باعث تکلیف چلنے کی مجھ پر
 آسان ہو کہ جلد جل جاؤں اور دنیا کی بلا سے نجات پاؤں ایسا فریر یو
 پادشاہ تیری یہہ بات سنکر جب حکم روغن ملنے کا دلیکا ہم اوسے گھڑی

ایسا روغن تیرے تمام وجود میں مل دینگے کہ اگر نر ارسال تو آتش میں پڑا
تو بھی ایک پھالا تیرے ہنسنہ پڑے اور گلزار ابراہیم کی مانند آگ کام یا بیجا کر
القصہ جب اون دونوں نے مجھ سے یہ بات کہی اور مجھ کو اس محل کے اندر
لے گئیں کیا رگی میں سمجھا کہ بہشت برین ہی ہے اور اس میں ایک ماہ جبین کہ
جسکے چہرے کی روشنی سے سارا مکان منور ہو رہا تھا اور خود تخت ملکوت پر سنا ساز
سے تلبہ لگائے ہوئے سوئی تھی اسکے خساروں کی دمک سے آفتاب عالم بھی شرمندہ تھا

دسویں داستان گل بادشاہ یکم کے ملاقات ہونے میں حضور شاہ کے
اون دونوں ضعیفہ کی مدد سے اور اگلین ڈالے جانے اور کتخہ انہوں کی ساتھ گل کے

القصہ میں دور سے اس جمال باکمال کو دیکھتے ہی منجھراوینچو ہو گیا تھوڑی دیر
کے بعد جب چیتا اور ہوش آیا تب کہا کہ الہی یہ حالت خواب ہی یا عالم بیدار
غرض کہ آپ کو سنبھال کر شکر بروردگار بجالایا اور دلو کو تھا م کہ یہ اندیشہ کیا کہ اگر
تو یہاں کھویا جاتا ہی تو اپنی زندگی سے ہاتھ دھو نہا ہی تب ہمت سے رو برو
جا کر کھڑا رہا ایک لمحے کے بعد جب وہ ماہر و خواب سے بیدار ہوئی اور
ایک ایک نظر اس کی مجھ پر پڑی فی الحال ناوک جگر دوز اسکے اشتیاق وصال کا
دل پر اپ کا ری لگا کہ کیا رگی مٹیاب ہو گیا اور وہ نازنین غصے سے توری
چڑھا کر جھڑک اٹھی اور خفگی سے بولی کہ آی مرد ویسے تو کہاں سے آیا اور
کس نے تجھ کو اس مکان پہنچایا کیا تو اپنی جان کا خوف نہیں رکھتا ہی ہر چند ظاہر
میں ایسی ایسی دھمکیاں دیتی جاتی تھی پر باطن میں وہ بھی میرے عشق میں
فرغیت ہو کر دیوانی بن گئی تھی تب میں نے کہا کہ ای نازنین میں تیری طاعت
کے لئے یہاں تک آیا ہوں اور جان کا خوف مطلق نہیں رکھتا

بیت
مجھ سے دلدار کا ہی دام میں لانا کل | میرے نزدیک نہیں جانکا جانا مشکل

القصہ طرحت کی لکاوٹ اور بناوت کرتا رہا اوس معشوقہ نے سمجھا کہ کسی نوع سے
 یہہ ڈرتا نہیں تب تو بڑے تپاک سے میرا ماتھہ پکڑ کے مسند پر لے گئی اور
 تکلف سے مجھے تبھاکر ہم آنکھوش ہوئی اوسوقت عجب طرح کی خوشی میری طبیعت
 میں آئی کہ تن کی سمائی سپرین میں نہ پائی اوس بہ جبین نے شراب انگوری
 منگو کر بادہ پیمائی شروع کی میں نے بھی مکانکو خالی خلل اغیار سے پایار وچ بچا
 میں آئی اور رغبت طرف ثانی کی زیادہ پائی فوراً اوسکی شراب وصل سے
 حلاوت جسمانی اور حظ زندگانی اوٹھانے لگا غرض کئی روز تک عیش و
 عشرت سے گذری لاکن اوس نازنین کو کھٹکا مان باب کی طرف سے
 نہایت رہتا تھا کہ مباوا اسبات کا پردہ کھل جائے اور یہہ راز نہفتہ ظاہر
 ہووے گھڑی جدائی کی آجائے اور دونوں مارے جائیں اس غم سے دل ہی
 دلیں کڑھتی تھی بہر حال جیون تبون کردو مہینے تک اسبات کو چھپائے گئی
 مثل مشہور سی ۴ چھپائے سے آتش چھپے ہی کہیں ۶ آخر شش ایک روز اوسکے باپ
 جوشاہ پر یان تھا لڑکی کے ماہ جمال کو منگف دیکھ کر متحیر ہوا دل سے آہ سرد
 کھینچی اور اوسی دم اوسکی ماکولہ اگر کہا کہ اسکی حالت سے واقف ہونا ضروری
 کہ کس سبب سے اسکے چہرہ کا رنگ مبدل ہو گیا ہی اور اوسکے گل خنار پر
 باوخران نے بھی صدمہ پہنچایا ہی تب اوسکی والدہ اپنی لڑکی کے پاس گئے چھنے
 لگی ای میری آنکھوں کی پلکی کس سبب سے تیری یہہ حالت بنی ہی اگر سچ نہیں
 بتاؤ گی تو مجھے ابھی غارت کردو گی غرض اوسکے بابا پ جتنا کہتے تھے وہ سوا
 نہرنگونی اور خاموشی کے کچھ جواب نہیں دیتی تھی تب پردہ اوس راز
 کا اوسکے بابا پر کھل گیا کہ مقرر اوسنے کیسے لب شیرین کی حلاوت
 پائی ہی اور اوس لذت کے خیال میں روح گلابی ہی عشق کا تیر جگر پر

کھایا ہی اور اپنے تنگ و ناموس کو غارت کر جا سہ عصمت و داغ لگایا ہی
 تب پریوں کے پادشاہ نے غصے ہو دیوں کو بلو اگر حکم دیا کہ اوس جوان کو
 لجا کر آتشکدیمین ڈال دو کہ جل جھن کر خاک ہو جائے مجروح حکم کے دیوں
 نے میرا ماتھے پکڑ کر حمل سراسے باہر نکالا اور بہت سی لکڑی جمع کر ایسی آگ
 بھڑکائی کہ آتش دوزخ بھی اوسکے آگے اندر رہے تھی اور چائا کہ مجھ کو اوس
 آتش میں ڈال دین اوس وقت مجھے اون بڑھیوں کی بات یاد آئی تب
 باواز بلند کہنے لگا کہ ای شاہ پریان جو کچھ کہہ سزا اس گنہ گار کے حق میں
 تو نے تجھ پر ہی بنی بجائی مگر واسطے خدا کے اور تصدیق اپنی سلطنت کے تھوڑا سا
 روغن سیر سے بدن پر ملو اگر مجھ کو آگ میں ڈلو کہ اوسکے سببے باسانی
 جل جاؤں اور دنیا کے غم سے نجات پاؤں تب شاہ پری نے یہ
 یہ عرض سیری قبول کر تیل ملنے کا حکم دیا فوراً وہیں سیرالون نے
 تھوڑا سا تیل خدا جانے کس چیز کا تھا کیرے بدن پر مل دیا کہ سات
 روز تک آتش نے مطلق اثر میرے بدن پر نہ کیا اور فضل اوس
 محافظ حقیقی کے سیرے ایک بال پر بھی آنچ نہ آئی بلکہ وہ آتش مانند
 گلزار ابراہیم کے ہو گئی اور اون دیوں نے جو میری نگہبانی کیواسطے تھے
 جانا کہ آدم زاد جل جھن لے رکھے ہو گیا ہوگا اونھوں نے اوس گمان
 پر نزدیک شاہ پریوں کے جا خبر کی کہ جس آدم زاد کو آگین ڈالنے کا
 حکم ہوا تھا اس غصے میں جگہ خاک گیا ہوگا دشاہ نے حکم کیا کہ خاکستر
 کو اگلے دوسری جگہ ڈال دو جب وہ خاکستر کو اوتھانے کے لئے
 مستعد ہوئے تب مجھے آگ میں زندہ پا کر بہت متعجب ہو دل میں
 سوچنے لگے کہ یہ آدم زاد کہی بزرگ ہی اور یہ لڑکی اوسکی تقدیر میں

نے لکھی ہی تب سب دیون اور پرہون نے اپنے بادشاہ کو سمجھا کہ اس
 نازنین کا ازدواج اس آدم زاد کے ساتھ کرنا مناسب ہی بادشاہ انہوں
 نے عیالیش سے راضی ہوا قصہ ایک اچھی سی ساعت اور سبھ لگن تھہر کر
 شادی کی تیاری کا حکم کیا کار پر واز بموجب حکم کے تیاری میں شادی کی استعداد
 ہوئے اور جھت پت تمام اسباب شادی کا درست کر پڑی تیب تاپ
 اور نہایت دھوم دھام سے مجلس شادی کی درست ہوئی تب مجھکو
 حضور میں طلب فرما کر حسب ذنب کے پوچھنے میں مشغول ہوا میں نے عرض
 کیا کہ میں بادشاہ زادہ شہر واقاف کا ہوں ایک مدت ہوئی کہ تیری
 لڑکی کا نیر عشق میرے جگر پر کاری لگا ہی اس واسطے بہت سے رنج و محنت
 اوتھا یہاں تک پہنچا ہوں اب حق تعالیٰ نے تیرے ہاتھ گرفتار کیا ہی جو
 چاہے سو کر تب بادشاہ پر یان نے میری اس گفتگو کے سنتے ہی ہاتھ
 پانوں کھلوادئے اور اپنے دست مبارک سے میرا ہاتھ پکڑ کر تعظیم تمام
 عذر خواہی کرنے لگا میں نے بھی آداب بجا لا کر بادشاہ کی قدسوسی کی
 الغرض بعد دو تین روز کے اوسی ساعت اور لگن کے موافق اوس
 گلبہر کے ساتھ شادی کر دی اور چند روز شہر میں عیش و عشرت سے
 گزرے کتنے روز سسرال میں رہ کر ارادہ وطن جانے کا کیا اور بادشاہ
 سے رخصت چاہی بادشاہ نے بطور جہیز کے بہت سے جواہرات اور
 اسباب روپے سونے کا ہمراہ دیکر لڑکی سمیت رخصت فرمایا اور حفّا
 کے لئے کئی پرہون کو بھی ہمراہ دیا پر یان ہم دونوں کو ایک تخت پر بٹھا کر ہوا
 ہو میں ایک ہی آن میں اپنے ملک کو آ پہنچا ای سا فروہ لڑکی جب کا نام
 گل تھا یہی ہی جو کہ زنجیر کے ساتھ بندھی ہی آئے اب میں نے تجھے سب

احوال کہہ سنایا تو اپنے عہد و چانکے بموجب نزدیک آجوتیر اسر و صحرے
الگ کر ڈالوں تب شاہزادینے کہا کہ اسی شاہ صنوبر اتک میری خاطر
جمع اس قصبے سے نہوئی کیونکر اپنے عہد کو بجالاؤں آپ ہی فرمائیے کہ
ایسی کون سی بیوفائی و بد عہدی گل سے صادر ہوئی کہ جسکے لئے اوسکے پائوں
میں بیڑیاں ڈال رکھیں ہیں اور یہہ دلتین اوسکے حق میں روا سمجھیں ہیں

گیا رھوین داستان بیان میں بیوفائی گل کے
شاہ صنوبر کے ساتھ اور گل کے سزا پانے سین

تب شاہ صنوبر نے فرمایا کہ مسافر ذرا متوجہ ہو اور کان لگا کر گل کی
بیوفائی کی داستان سُن میں بیان کرتا ہوں کہ ایک شب یہہ اتفاق ہوا
کہ میں خوابگاہ میں سوتا تھا اور یہہ پری بھی کہ گل اوسکا نام ہی میرے گستا
سینہ بسینہ لب بلب ہم آغوش تھی قضا کار میری نیند اچٹ گئی اور
آنکھیں کھل گئیں تو دیکھا کہ ہاتھ پائوں گل کے برف سے بھی زیادہ
سرد ہیں میرے دلیں یہہ اندیشہ گذرا کہ شاید کسی عارضے کے سبب
ہاتھ پائوں سرد ہو گئے ہیں تب میں نے پوچھا کہ ای نازنین تیرا بدن
کیون ایسا ٹھنڈا ہو رہا ہے اور اسکا موجب کیا ہے پوئی کہ رفع حاجت
کے لئے بیت الخلا کو گئی تھی طہارت کے باعث ہاتھ پائوں سرد ہیں
میں چمکا ہو گیا اور اوسکا کلام سچ سمجھا کئی دنوں کے بعد پھر ایسی
حرکت عمل میں لائی اور جب میں نے تحقیق کیا تب وہی جواب
دیا ابی مسافر اوس شب کو میرے خاطر میں اوسکی طرف سے کہا
فاسد ہوا کہ بلاشبہ یہہ رات کو کسی جگہ جاتی ہے مگر یہہ راز میں نے
جواہر کی طرح اپنے صندوق دل میں بند رکھا اور زبان کی پھاٹک

پر فضل خاموشی لگایا ہوا سطلے کہ تحقیق و تدارک کی وقت اگر اس بات کا
 اثبات نہ ہو دے تو مفت میں منہ ہی ہوا باہر پھرتے سوائی مجھے ای مسافر پہلے
 میں واسطے تحقیق اور تدارک کے گھوڑوں کے طویلے میں کیا دیکھا کہ میرے
 خاص سواری کے گھوڑے جوانی قدم بازی اور چالاک کے آگے ہو گئے ہوا
 بتاتے تھے نہایت دُبلے اور لاغر ہو گئے ہیں بعضوں نے پٹھہ لگ گئی ہے اور بعض
 تو ہل ہی نہیں سکتے تب سائیسونکو رو برو ملو اگر بہت سی چشم نمائی کی اور
 بعضوں کو اونکی غفلت شعاری سزا دی تب اونہیں سے ایک نے جاگنی وشت
 سے عرض کی کہ ای بادشاہ اگر جان بخشی کرے تو کچھ خلوت میں عرض کروں میں
 کہا جا تیری جان بخشی کی سچ بتا کہ کیا ماجرا ہے اوسنے عرض کیا کہ ہر روز
 بلا ناغہ یاد شاہ بیگم کہ کل نام رکھتی ہیں لباس شانمانہ پہن اور زیور و جواہر
 سے آپکو آراستہ کہ طویلے میں تشریف لاکر خاصے گھوڑے پر اکثر سواری
 ہو سیر کو جاتی ہیں جب کہ تھوڑی سی رات باقی رہتی ہے اسوقت اگر گھوڑے
 طویلے میں چھوڑ محل سہرا میں تشریف لیجاتی ہیں ای مسافر جب یہ ماجرا
 سائیس کی زبانی میں نے سنا ہوش جاتے رہے اور حواس منتشر ہوئے
 عرض کہ ناچار ہو کر سائیس کو حکم دیا کہ آج اور ایک گھوڑا ملیا رکھیو اسی
 فکر میں تھا کہ نوشہ آفتاب پر وہ مغرب میں گیا اور عروس ماہ بام فلک
 پر جلوہ افروز ہوا میں کچھ غذا کر کے بستر پر چالیتا یہ بھی میرے پہلو میں آئی
 اور بولی کہ آج نیند میری آنھو میں چھانی ہے آؤ تم بھی سو ہو میں اوسکی یہ
 راز میں سمجھ کر باوجود بیداری کے سو تو انکی طرح دم لینے اور خڑائے مارنے
 لگا ہر چند کہ تھوڑی سی رات گزرنے کے بعد خواب نے مجھے پر غلبہ کیا مگر
 میں ہوشیار رہا جب اوس سہاہ بخت نے جانا کہ یہ ہو گیا تب بعد

معبودہ بچھونے سے اوتھی اور دانٹوئیں سسی اور انکھوئیں سرسہ لگا
 عطر کی باسی انگلیا سینے پر گھینچ جو اہر کے گہنے پہن آراستہ و سیراستہ
 ہو کر ستانہ وار چلی میں بھی اوسیدم دبے پاؤں اوسکے پیچھے لگ چلا
 جب طویلے میں آئی کلکوں صبار قنار پر سوار ہو کر روانہ ہوئی میں نے
 بھی ارادہ کیا کہ پیچھے اوسکے گھوڑیہ سوار ہو جاؤں لیکن خاطر میں یہ
 اندیشہ گذرا کہ مبادا میرے گھوڑیکے سم کی آہست گل کے کانوئیں پر
 اور فوراً ہوشیار ہو جاوے اور مقصود ماتھ سے جاتا رہے ناچار مانند
 قاصد و نکلے کر کو بانڈھ چست و چالاک ہو کر سبک قدمی سے اوسکے
 گھوڑیکے پیچھے دوڑتا اوتان و خیزان چلا جاتا تھا اور یہ کہ کتا جو طوق زرین
 سے آراستہ ہی میرے پیچھے پیچھے چلا آتا تھا ۶ غرض گل ایک سید
 میں چچی کہ یہ لئی زرنگی جو تیرے سامنے کھڑے ہیں وہاں مکان بنا کر رہتے
 تھے جبکہ یہ اونکے نزدیک پہنچی اور گھوڑیہ سے اوترزنگیوں کے گھر میں گئی نگہ
 اوسوقت اوسے گھر سے نکال دیا اور کوڑے لیکر نکلے اور اوس بدبخت
 کو وہ مار ماری کہ پشت و پہلو نرم ہو گیا اور ہڈیاں چور ہو گئیں ای مسادین
 دور سے یہ ماجرا دیکھ کر سمجھا کہ شاید گل جان بحق تسلیم کر گئی کیونکہ اوس
 مدت میں میں نے اوسکو کبھی بھول بھی زور سے نہ مارا تھا چونکہ زرنگیوں کے
 عشق کی تیغ سے گھاسیل تھی کافر نے آہ بھی نہ کی بلکہ اونکے قدم چومنے لگی
 اور منت و سماجت کرنے آخرش زرنگیوں نے پوچھا کہ آن دیر ہو گیا سب
 کیا ہی دست بستہ ہو کر بولی آج بادشاہ خفہ نخت بہت دیر تک جاگنا
 تھا اس لئے آنے میں توقف ہو گیا نہیں تو اب تک کبکا آئی ہوتی اور تمھارے
 شربت و صباں سے کام جانکو ملندہ کیا ہوتا اب اسید وار ہوں کہ میری

پر قفل خاموشی لگایا ہوا اسطے کہ تحقیق و تدارک کی وقت اگر اس بات کا
 اثبات نہ ہو دے تو مفت میں منہسی ہو باہر پھرتے سوائی مجھے ای مسافر پہلے
 میں واسطے تحقیق اور تدارک کے گھوڑوں کے طویلے میں کیا دیکھا کہ میرے
 خاص سواری کے گھوڑے جوانی قدم بازی اور چالاک کے آگے ہو کر ہوا
 بتاتے تھے نہایت دُبلے اور لاغر ہو گئے ہیں بعضوں کی پٹھ لگ گئی تھی اور بعض
 تو ہل ہی نہیں سکتے تب سائیسونکو رو برو ہو کر بہت سی چشم نمائی کی اور
 بعضوں کو اونکی غفلت شعاری سزا دی تب اونہیں سے ایک نے جاگنی دشت
 سے عرض کی کہ ای بادشاہ اگر جان بخشی کرے تو کچھ خلوت میں عرض کروں میں
 کہا جا تیری جان بخشی کی سچ بتا کہ کیا ماجرا ہے اوسنے عرض کیا کہ ہر روز
 بلا ناغہ بادشاہ یکم کہ کل نام رکھتی ہیں لباس شانمانہ پہن اور زیور و جواہر
 سے آپکو آراستہ کر طویلے میں تشریف لاکر خاصے گھوڑے پر اکثر سواری
 ہو سیر کو جاتی ہیں جب کہ تھوڑی سی رات باقی رہتی ہی اسوقت اگر گھوڑے
 طویلے میں چھوڑ محل سہرا میں تشریف لیجاتی ہیں ای مسافر جب یہ ماجرا
 سائیس کی زبانی میں نے سنا ہوش جاتے رہے اور حواس منتشر ہو گئے
 عرض کہ ناچار ہو کر سائیس کو حکم دیا کہ آج اور ایک گھوڑا ملتا رکھیو اسی
 ٹکرمیں تھا کہ نوشہ آفتاب پر وہ مغرب میں گیا اور عروس ماہ بام فلک
 پر جلوہ افروز ہوا میں کچھ غذا کر کے بستر پر جا لیٹا یہ بھی میرے پہلو میں آئی
 اور بولی کہ آج نیند میری آنھو میں چھائی ہی آؤ تم بھی سو ہو میں اوسکی یہ
 راز میں سمجھ کر باوجود بیداری کے سو تو انکی طرح دم لینے اور خڑائے مارنے
 لگا ہر چند کہ تھوڑی سی رات گزرنے کے بعد خواب نے مجھے غلبہ کیا مگر
 میں ہوشیار رہا جب اوس سہاہ بخت نے جانا کہ یہہ ہو گیا تب بعد

معبودہ بچھونے سے اوتھی اور دانوئین سسی اور انکھوئین سر مرہ لگا
 عطر کی باسی انگلیا سینے پر گھینچ جو اہر کے گہنے پہن آراستہ دسیر استہ
 ہو کر ستانہ وار چلی میں بھی اوسیدم دبے پاؤں اوسکے پیچھے لگ چلا
 جب طویلے میں آئی کلکوں صبار قنار پر سوار ہو کر روانہ ہوئی میں نے
 بھی ارادہ کیا کہ پیچھے اوسکے گھوڑیہ سوار ہو جاؤں لیکن خاطر میں یہ
 اندیشہ گذرا کہ مبادا میرے گھوڑیکے سم کی آہستہ گل کے کانوئین پر
 اور فوراً ہوشیار ہو جاوے اور مقصود ماتھ سے جاتا رہے ناچار مانند
 قاصد و نکلے کر کو بانڈھ چست و چالاک ہو کر سبک قدمی سے اوسکے
 گھوڑیکے پیچھے دوڑتا اوتان و خیزان چلا جاتا تھا اور یہ کہ کتا جو طوق زرین
 سے آراستہ ہی میرے پیچھے پیچھے چلا آتا تھا ۴ غرض گل ایک سیر
 میں چنپی کہ یہ لئی زرنگی جو تیرے سامنے کھڑے ہیں وہاں مکان بنا کر رہتے
 تھے جبکہ یہ اونکے نزدیک پہنچی اور گھوڑیہ سیر سے اوتر زرنگیوں کے گھر میں گئی رنگیوں
 اوسیوقت اوسے گھر سے نکال دیا اور کوڑے لیکر نکلے اور اوس بدبخت
 کو وہ مار ماری کہ پشت و پہلو نرم ہو گیا اور ہڈیاں چور ہو گئیں ای مساذین
 دوسرے یہ ماجرا دیکھ کر سمجھا کہ شاید گل جان بحق تسلیم کر گئی کیونکہ اوس
 مدت میں میں نے اوسکو کبھی بھول بھی زور سے نہ مارا تھا چونکہ زرنگیوں کے
 عشق کی تیغ سے گھایل تھی کانہ نے آہ بھی نہ کی بلکہ اونکے قدم چومنے لگی
 اور منت و سماجت کرنے آخر ش زرنگیوں نے پوچھا کہ آن دیر ہو گیا سب
 کیا ہی دست بستہ ہو کر بولی آج بادشاہ خفتہ بخت بہت دیر تک جاگتا
 تھا اس لئے آنے میں توقف ہو گیا نہیں تو اب تک کبکا آئی ہوتی اور تمھارے
 شربت و صباں سے کام جانکو ملندہ کیا ہوتا اب اسید وار ہوں کہ میری

تقصیر سے درگزر وای مسافر میں یہ حال دیکھ کر سخت متعجب ہو کر دلیں
کہنے لگا الہی میں نے تو کبھی گل کو گل سے بھی نہ مارا تھا آج کس طرح سے ایسی
ضرر میں استخوان شکن اس نے برداشت کیں آخر شش زنگی گل کا ہاتھ پکڑ
کر مکان میں لیکئے اور اوسکے ساتھ عیش میں مشغول ہوئے اوس حالت کے
دیکھتے ہی مارے غصے کے میرا کلیجہ جھپکنے لگا اور آنکھوں سے شعلے نکلنے لگے تیار
ہو کر اوس مجمع بے تمیزی میں چلا گیا زنگیوں نے دیکھتے ہی مانند خیل زنبور سیاہ
کے مجھے گھیر لیا چونکہ میں بڑا دلیر اور زور آور ہوں اونکی زبردستیوں کو مطلق
خیال میں نہ لا کر لڑنے میں مشغول ہو گیا جب زنگیوں نے دیکھا کہ اس شخص
سے عہدہ برائی محال ہی پس پا ہوئے اور بھاگنے لگے یہ زنگی کہ تو جسکا ہاتھ
پائوں بندھا دیکھتا ہی میرے ہاتھوں گرفتار ہوا میں چاہتا تھا کہ اسے بچا
مقید کر لوں کہ اس عرصے میں یہ آفت جان گل کہ وہیں کھڑی تھی مجھے
سے دور کر آئی اور اس زور سے ایک دھکا مجھے دیا کہ میں زمین پر گر پڑا
اور سوقت یہ زنگی قابو پا کر میرے سینے پر چڑھ بیٹھا اور اوس جیانیے تخت
اپنی کمر سے ایک خنجر نکال میرے قتل کی واسطے زنگی کے ہاتھ میں دیکر مارنے کا
اشارہ کیا اور سوقت میں اپنی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھا اور پناہ درگاہ میں
شکل کشاے حقیقی کے لایا زنگی نے جانا کہ خنجر میرے گل پر چلا وہ اور
اور ایک ہی زخم سے میرا کام تمام کر ڈالے کہ ناگاہ اس سگ وفادار نے
کہ جسکو تو اس شان و شوکت سے دیکھتا ہی مجھے سے لپک کر اوس زنگی کو
ناخن سے مجروح کیا اور تینتو پکڑ لیا میں اور سوقت قابو پانچے سے نکل کر
زنگی کی مشکین چڑھا نہیں اور گل کو بھی اوسکے ساتھ مقید کر کے گھر میں آیا
چار زنگی اور جو میری دہشت سے بھاگ گئے تھے انہیں سے بھی تین کو

گرفتار کیا اور ایک زنگی بھاگ کر بادشاہ قیموس کی لڑکی جو مہر انگیز نام تھی
 ہی اس کے تخت کے نیچے چھپ رہی تھی ایسا فراب تمام احوال گل کا گہ سنا یا
 تو بھی اپنے عہد کو بجا لا اب شاہزادہ بولا کہ میرے قتل پر ارادہ حضور کا
 مصمم ہی اور میں بھی اپنے عہد پر قائم ہوں مگر اتک تمام نیفیت ظاہر
 نہ ہوئی کہ وہ زنگی بھاگ کر مہر انگیز کے پاس کس کام کیواسطے ہی اور اسکو
 مہر انگیز نے کیوں چھپا رکھا ہی پہلے مجھکو اس ماجرے سے واقف کیجئے پھر شوق
 سے قتل کیے نہیں تو ناحق خون بیگناہ کا کرنا عاقبت میں اس کے قصاص
 میں گرفتار ہونا ہی شاہ صنوبر مہر انگیز کی حقیقت سے واقف نہ تھا اس لئے
 کچھ احوال اسکا بیان نہ کر سکا مسافر کے خون سے درگزا اور بولا کہ ایسا سفر
 آفرین تیری دانائی اور جوانمردی پر کہ کس کس حکمت اور چالائی سے تو نے
 اپنی جان بچائی عرصہ کوتاہ جب شاہزادہ ایسی ایسی نصیبتیں اٹھا کر
 گل و صنوبر کی حقیقت سے واقف ہوا اور جان سے بچا بادشاہ کی دعا
 و ثنا اثر کے سجدات شکہ جناب الہی میں بجا لایا بعد ازاں چند روز تخت
 میں شاہ کی حاضر رہا پھر وہاں سے ارادہ وطن کا کر کے ایک روز دریا پر جا کر
 غم کیا اور سیرغ کا پرچہ اس کے پاس تھا آگین جلا یا فوراً وہی سیرغ کٹر زنیق
 شفیق تھا اگر حاضر ہوا شاہزادے نے چند جانوروں کو شکار کر کے بدستور
 اسباب خورد و نوش کا موجود کیا اور سیرغ پر سوار ہو کر ساتون دریا سے
 عبور کر سیرغ کے مکانات میں اپنی سیرغ نے بہت سی خاطر داری اور مہانداری
 کی چند روز وہاں چھہر کرخصت ہو قلعے میں زنگیوں کے آہنچا اور اسکی لڑکی
 کو بے تمام اسباب اور جواہر ساتھ لیکر روانہ ہوا پھر اس سدا نہیں کہ جو اب
 شیر سے ملاقات ہوئی تھی اپنا موافق و ستور شیر سے بھی ملاقات حاصل

بارھویں داستان پہنچا شاہزادہ لیکا جمیلہ خاتون کے مکان پر
اور اسکو ہمراہ لیکر لطیفہ بانو کے پاس جانا سزا دینے کے
ارادے سے اور استعداد ہونا مہر انگیز کے سوال کے جواب دینے میں

راوی یوں کہتا ہے کہ جب شاہزادہ منزلین طی کرتا ہوا جمیلہ خاتون کے
مکان کے متصل پہنچا وہ خبر پا کر استقبال کو نکلی اور بڑی تپاک سے شاہزادہ کو
ہمراہ لیکر باغین لگئی اور رسم مہانداری کا جیسا چاہئے بجالائی شاہزادہ
نے بموجب اقرار اس کے ساتھ نکاح کیا کچھ دنوں عیش و عشرت میں مشغول
رہا بعد چند روز کے جمیلہ خاتون کو ہمراہ لیکر لطیفہ بانو کے شہر کی طرف روانہ ہو
چند روز میں وہاں جا پہنچا اور مع لشکر بلخ میں لطیفہ بانو کے خیمہ ز رفتی جوا
نگار پر پا گیا اور کئی ایک جوان رستم تن کو حکم دیا کہ لطیفہ بانو کی تنڈیاں بکھر
جھنڈیاں ہوئے جلد حضور میں لے آوین وہ لوگ بموجب حکم کے ویسا ہی
عمل میں لائے اور وقت شاہزادہ کی خاطر میں یوں گذرا کہ اس نگوڑی بچیا
کو اولتا لٹکا کے اوسکی کھال میں بھجس بھروایا چاہئے یا او کو قتل کر اوسکا
گوشت کٹوں اور اوپر والیونکو کھلائے لیکن جمیلہ خاتون نے جو اوسکی ہمیشہ
تھی عذر تقصیرات چانا باس خاطر جمیلہ خاتون کے گناہ کبیرہ اوسے صاف
ہوئے تھے معاف کر کلمہ شہادت پڑھوا کر دین اسلام میں لایا اور سن
جا دو گری سے استغفار کر واکر جس جس شاہزادے اور آدم زاد کو
خادو سے ہرن بنا رکھا تھا اونکو صورت اصلی میں لا خوراک اور پوشاک
خاطر خواہ ویکر رخصت فرمایا وہ سب دعائیں دیتے ہوئے اپنے اپنے ملک
لو گئے بعد چند روز کے لطیفہ بانو وہاں چھوڑ کر روانہ ہوا ایک مہینے کے
بعد شہر میں شاہ قیوس کے کہ جو مہر انگیز کا باپ تھا اپنی اور باہر شہر کے

خیمہ آراستہ و بریا کر کے جمیدہ خاتون وغیرہ کو ومان چھوڑ کر آپ وسطی
 جوابدہی کے مہر انگیز کے مکان پر جا کر وہ نقارہ بجا یا فوراً باری دار خبر پا کر شاہزاد
 کو اسکے باپ کے پاس لیگئے شاہ قیوس نے طریق اولین سے اسکو سمجھایا ای
 جوان اس خیال محال سے درگزر کو واسطے قصد اپنے ہلاک کار کھتیا ہی
 کہ کسی نے آج تک اس کے سوال کا جواب شایستہ نہیں دیا ہی اور اس کے ماتھے
 سے جان برہن ہوئی تب شاہزادے نے کہا کہ ای بادشاہ عالم وہ
 راز کہ جو تیری دختر دل میں رکھ کر سوال کرتی تھی اوس احوال سے کوئی
 واقف نہیں اب میں اسکی جوابدہی کے لئے حاضر ہوا ہوں تب یہم
 خبر مہر انگیز کو پہنچی اوسنے شاہزادیکو بلوایا اور شاہزادینے ومان جا کر کہا کہ
 ای مہر انگیز کیا سوال رکھتی تھی وہ بولی کہ کل نے صنوبر کے ساتھ کیا کیا شاہزاد
 کہا کہ ای مہر انگیز جو کچھ کہ اوسنے کیا اوسکا نتیجہ بخوبی پایا کیا تو بھی اسکی طرح
 پشیمان ہوئی اگر یہ مہر انگیز کے دل میں اس جواب سے دھڑکاؤ گیا
 پر تجاہل اور حیائی سے اور اوس قصے کے سننے کے ارادے پر بولی کہ ای
 شاہزادے جب تو سب احوال اوسکا حرف بحرف بیان کر لگا تب
 میں باور کرونگی کہ سچ کہتا ہی یا نہیں جب شاہزادے نے دیکھا کہ یہم
 بے شرم نادانی سے جہل کرتی ہی اور اپنی خطا سے باز نہیں رہتی تب کہا
 کہ ای مہر انگیز اگر ارادہ قصہ کل و صنوبر کے سننے کا رکھتی تھی تو اپنے ماپ سے
 کہہ کہ مع ارکان دولت آ کے یہاں مجلس کرے اور میں کیفیت کل و صنوبر
 کی بیان کروں مہر انگیز نے ویسا ہی کیا جب کہ مجلس آراستہ ہوئی اور شاہ
 قیوس سند شاہی پر زینت بخش ہوا تب شاہزادینے کہا کہ ای مہر انگیز
 اب بھی خیر دار ہو جبکہ میں تیرے سوال کا دو لگا اسوقت میرا اختیار ہی

جو چاہو ناکا سو کرو ناکا مہر انگیز نے پادشاہ کے روبرو بیچائی سے وہ بھی
 قبول و منظور کیا اور بادشاہ نے بھی اقرار کیا تب شاہزادے نے کہا ای
 صاحبان مجلس حقیقت اس سوال کی آج تک مانند پردہ فلک کے
 کسی پنکشف نہیں ہوئی تھی مگر اب میں اسکو بیان کرتا ہوں پہلے پوچھئے
 کہ یہ حقیقت شاہزادی نے کہاں سے سنی کہ جسکے لئے ناحق خدا کے
 بندوں کو ہلاک کرتی تھی تب سب حاضران مجلس نے حیرت ناک ہو کر
 اسے پوچھا اس نے سوائے خموشی کے چارہ ندیکھا تب شاہزادے
 کہا کہ ای مہر انگیز میں حقیقت سے گل و صنوبر کی خوب واقف ہوں مگر
 راستی اسکی کیونکر چھکو معلوم ہوا لازم ہے کہ اپنے بٹے وہ احوال سنائی اس
 شخص کو حافیہ کچھے کہ میری درستی کلام پر شہادت دے تب بھی مہر انگیز
 نادانی سے بادشاہزادے سے جواب طلبی کرتی تھی اور شاہزادہ بھی اہل
 چاہتا تھا آخر شش ناچار اور کھسیانی ہو کر بولی کہ میں نے کسی مسافر
 سے یہ قصہ سماعت کیا تھا اب اسکو کہان سے پاؤں جو حاضر کرو
 تب شاہزادہ خفگی سے بے اختیار ہو کر بولا کہ اگر میں ابھی اس مسافر
 کو حاضر کروں تو کیا ہووے تب مہر انگیز نے کہا کہ ازین حد بہتر ارسیت
 شاہزادہ شاہ قیاموس کا ماتھہ پکڑ کے مہر انگیز کے تخت کے نزدیک لگیا
 اور خادموں کو حکم کیا کہ اس تخت کو بیان سے اٹھا کر لے جاؤ خادموں
 نے جو تہین تخت کو اٹھا یا وہ میں شیشہ راز مہر انگیز سنگ رسوائی
 پر گر کے چکنا چور ہو گیا یعنی تخت کے نیچے سے وہ زخمی جسے پوشیدہ کر رکھا
 تھا نمودار ہوا شاہزادے نے فوراً اسکو گرفتار کیا شاہ قیاموس دیکھنے سے
 اس تماشا سے عجیبے بدحواس ہو کر عرق غیرت میں غرق ہو گیا اور حاضران

مجلس کے سب سرنگون ہو کر متحیر رہ گئے اور سوقت بھی مہر انگیز بیچیا کی سے کہتی تھی کہ اسی شاہزادے سے تہا کہ گل یا صنوبر چہ کر و تب شاہزادینے کہا کہ حیف اس سوال کرنے پر تم عجب بیچیا ہو کہ اتناک بھی تمہیں شرم نہ آئی اور اس ماجرا کو پوچھ رہی ہو آخر کار زندگی کو مجلس میں لا کر بیٹھایا اور سوقت شاہزادینے حقیقت گل اور صنوبر کی ابتدا سے تا آخر اور سرگزشت اپنے پہنچے کی اور ملک تک دلیرانہ کہنی شروع کی اور ہر ایک احوال پر اس زندگی سے شہا بیتار ماجکہ شاہزادینے قصہ گل اور صنوبر کا تمام کیا تب زندگی نے کہا کہ اسی شاہزادے جو کچھ کہ تو نے کہا نہایت درست اور سچ ہے اور سوقت شاہزادے قیام و محضران مجلس شاہزادے کی دانائی پر تحسین و آفرین کرنے لگے شاہزادہ بھی پادشاہ کی مہربانی اپنے حال پر پا کے بہت خوش ہوا آخر شاہزادہ نے دولت بے شمار دیکر مہر انگیز کو شاہزادے کی تفویض کیا

تیسرے صوبہ داستان شاہزادے اپنے شہر میں مہر انگیز کو لیکر آنا اور بیان کرنا تمام حقیقت کا اول سے تا آخر اپنے باپ سے اور زندگی کے سزا دینے میں اور نکاح کرنا مہر انگیز سے اور خاتمہ کرنا

القصہ شاہزادہ چندے و مان رہ کر عروسی اور دامادی کی رسومات سے فارغ ہو شاہ قیام سے رخصت لے اپنی ولایت کو روانہ ہوا اور بفضل الہی مع حبش و جمیلہ خاتون و مہر انگیز اپنے شہر میں داخل ہوا جبکہ یہ مزدہ شمشاد لعل پوش اس کے پدر بزرگوار کو پہنچا شام غم آؤسکی صبح نشاط سے مبدل ہوئی اور جنہوں نے اس کے در و فراق سے رو کر چشمہ کو چشمہ کیا تھا اور ان کے بدن میں مرض بجران سے فقط سانس کا کھٹکا باقی رہ گیا تھا یکبارگی اس خوشخبری کے سہنے ہی انھوں نے زندگی دوبارہ پائی

سارے شہر میں خوشی کی منادی پھیر گئی اور گھر گھر مبارک سلامت ہوئے
 لگی بادشاہ نے اتنا صدقہ و خیرات دیا کہ کنگال نہال ہو گئے درویش
 تو انکرن گئے شاہزادہ بادشاہ کی ملازمت میں حاضر ہوا بادشاہ باعث
 پیری اور شاہزادے کے غم فراق سے ازبکہ ضعیف و ناتوان تھے تاہم جوش
 الفت سے ڈنگلاتے ہوئے دوڑ کر شاہزادے کو چھاتی سے لگا کر منہ ماتھ
 چومتے رہے اور گلے مل کر ڈاڑھ مار کر بہت سارے شاہزادہ بھی قریبی
 کر دست بستہ ہو بہت سی تسلی دیتا رہا اور کی طرح بادشاہ کو گریہ رازی
 سے باز رکھا چونکہ بسبب رونکے نہایت ضعف بھارت حاصل ہوا
 تھا پس شاہزادے نے وہ سرمہ سلیمانی کہ سیرغ کے پاس سے لے آیا تھا
 پادشاہ کی آنکھوں میں لگا دیا اور فی الفور آنکھیں چنگی ہو گئیں بینائی حاصل
 ہوئی سچ تو یہ ہے کہ شاہزادہ ہی فی الحقیقت چشم و چراغ خاندان تھا
 اسکا دیدار سرمہ سلیمانی سے بھی افضل تھا اس باعث نور نگاہ کا دباؤ
 بڑھنا کچھ تعجب نہ تھا غرض شاہزادے تمام حقیقت شہر واقاف میں جانے
 کی وسیلے سے سیرغ کے اور اختیار کرنا دختر زنگی کا اور محبت جمیل خاتون کی
 اور شرمندہ کرنا مہر انگیز کے بایک اور مخلصی پانی لطیفہ بانو کے سے مفصل عرض
 کی پادشاہ اسلی بہت اور جوانمیری پر تحسین و آفرین کر کے دعائیں دینے لگے
 شاہزادے نے مہر انگیز کا ماتھ پائون باندھ کر حضور میں بادشاہ کے لامناظر لیا
 اور عرض کی کہ اس خوش خوار نے حضور کے فرزند و نگو ہاگ آیا ہے اور بندہ اسکو
 بہت محنت و مشقت سے حضور میں لایا ہے اب جو کچھ مرضی مبارک ہو
 حکم فرمائے بادشاہ نے دل میں مصلحت کی کہ شاہزادہ عشق اور محبت
 میں اسکی گرفتار رہی کہ جس لئے اتنی محنت اور مشقت کھینچ کر اسکو

یہاں تک لایا اب ہم اگر نوع دیگر حکم دے بتیحین خدا نخواستہ خاطر شاہزاد
کی آرزو ہو جاوے عداوت زدہ نکر دل تو میرے پار کیسکا وقت ایک سار تیار
ہر بار کیسکا عہدہ صحت سوچکر شاہزاد سے فرمایا کہ اسی شاہزاد سے یہ مال تیرا
ہی اس پر تیرا اختیار ہی جو چاہے سو کر او سو وقت شاہزاد نے چار گھوڑے شوق و مضبوط
اصطبل سے منگوائے اور انہوں نے پاؤں کے نیچے زنگی کو چومیا کر کے بندھوایا اور کوڑ
لگوئے شروع کئے یہاں تک کہ صدمے سے ضرب تازیا نہ ٹھکتا اور سکا پرزے پر
اور گھوڑوں کی تاپوں سے ماتھے پانوں اُسکے ریزہ ریزہ ہو گئے مہر انگیز اس حالت کو دیکھ
سہم کر گریہ و زاری کرنے لگی کہ مجھے بھی اسی و تیرے سے شاہزادہ سزا کو پہنچاے
تب ڈاکر قہر تمہید بنا کر بولی کہ اسی شاہزادے جو شخص بہت محنت و مشقت سے
ایک جواہر قیمتی کو پاوے چاہئے کہ اُسکو بحفاظت تمام رکھے اور اُسکی عزت کرے اور
یہہ تقصیرین جو مجھ سے ہوئیں اُسکو محض ارادت ایزدی سمجھا چاہئے اور جو بھی
ایک یا غیر میرے ہاتھوں زندگی سے دست بردار ہوئے انہوں کی تقدیر میں منشی قدرت
نے ویسا ہی لکھا تھا اور میری قسمت تیرے ساتھ بدی تھی گر ایسا سبب نہ ہوتا
تو تو اس مکان پر کیونکر پہنچتا اور کیسی کیا طاقت تھی جو اس ماجرہ کو دریافت کر لئی
کو زنگی کو تخت کے نیچے سے نکال لاتا اور میرا ہاتھ پکڑ لیتا آج تک میرے نہال
نوخیز کے قمر پر کیسکا دست آرزو نہیں پہنچا اور سیب غنیمت و پستہ لب کی حلاوت
کا مزہ کسی نے نہ چکھا اس بات کی تحقیق جطر سے تیرا جی چاہے کرے غرض کسی
نوع سے مجھ پر اثبات اُسبات کا نہیں ہی جو تیرے گمان میں ہی شاہزادہ
اس راز کو سمجھا اور مہر انگیز کا خائف ہونا بھی معلوم کیا مگر اُسکی تقریر دلچسپ
اور خوش گفتاری و سلیقہ شعاری سے بہت خوش ہوا یکدن اچھی سی
ساعت دیکھ کر اُسکے ساتھ عقد نکاح باندھ کر باقی عمر عیش و کامرانی میں

کالی ۷۰ خاتمہ ۶ یہ تھا قصہ گل و صنوبر کا سنسنے والوں پر واضح ہو کہ غرض اس
 داستان کے بیان سے یہ ہے کہ دنیا میں رنج و راحت شادی و غم دونوں تو ام
 پیدا ہوئے ہیں جب تک انسان رنج نہیں اٹھاتا گنج نہیں پاتا گنج میں ماری اور
 گل میں خار عجاائب روزگار دیدنی و شنیدنی ہیں ہر چند کہ قصے کا مستحب
 تفریح خاطر ہی مگر اکثر مقام ایسے ہیں کہ اوستے ان کو عبرت ہوتی ہے اور
 بعض محل میں غیرت پس جانا چاہئے کہ قصے کا پڑھنا نہ فقط دل لگی کے
 واسطے ہی بلکہ جو ہر ممکنہ میں اس کے مطلوبوں سے فزائلی حاصل کرتے ہیں
 اب بندہ امیدوار ہے کہ اسکے پڑھنے والے سیر کیوقت اس کسب کا رکوبدعا
 خیر یاد کریں اور جہان محاورے میں خطا پاویں وہاں اصلاح کو دریغ نہ فرمایا
 کہ طینت انسانی سہو و خطا سے مخموری ہے کہ انسان ہوں کچھ فرشتہ نہیں

خاتمة الطبع

احمد سید المذکرہ ابن قصہ دلاویز تالیف

مقدمہ مشہور لفظ المظفر لکھنؤ

باہتمام مکتب بنیاد کان عا

عبد اللہ خان در طبع

نبوی حلیہ طبع

پوشید

